رائی کا پربت

1

دونوں وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے۔ ان کے جسموں پر لباس کے بجائے چیتھڑے جھول رہے تھے... اور دونوں کے ہونٹ ایک دوسرے کے لہو سے سرخ تھے۔ جسے بھی موقع ملتا دوسرے کے جسم پر منہ ضرور مارتا تھا اور دوسرا درد کی شدت سے بلبلا کر اس سے زیادہ درندگی کا مظاہرہ کرتا۔ اسی طرح وہ ایک دوسرے کا گوشت نوچتے رہے۔ ان کے سروں اور داڑھیوں کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔

یہ جدوجہد کافی دیر سے جاری تھی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی دوسرے کو زیر نہیں کرسکا تھا۔ ان کی رائفلیں قریب ہی پڑی ہوئی تھیں۔ اکثر وہ لڑتے لڑتے رائفلوں کی طرف بھی ہاتھ بڑھانا چاہتے لیکن کامیابی نہ ہوتی۔

ان کے چاروں طرف اونچی اونچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور تھوڑے ہی فاصلے پر ایک تیز نالہ پتھروں سے ٹکرا کر جھاگ اڑاتا ہوا بہہ رہا تھا۔ ان کے سروں پر دو عقاب منڈلا رہے تھے کبھی ان عقابوں کی تیز چیخیں دور تک بناتے میں لہراتی چلی جاتیں۔

وہ خونخوار کتوں کی طرح غراتے ہوئے ایک دوسرے کو بھنبھوڑتے رہے پہاڑی نالہ چٹانوں کو جھنجھوڑتا ہوا بہتا رہا اور عقاب فضا میں چیختے رہے۔ دفعتاً ان میں سے ایک لڑکھڑا کر گرا اور دوسرے نے جھپٹ کر رائفل اٹھالی۔ پھر گرے ہوئے آدمی کو اٹھنے کی مہلت نہ مل سکی۔ البتہ اس کی چیخیں فضا میں گونجتی رہیں۔ دوسرا آدمی اس کے سر پر پاگلوں کی طرح رائفل کا کندہ مار رہا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس رائفل کے کندے سے کوئی چٹان توڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ ذرا ہی سی دیر میں گرے ہوئے آدمی کا چہرہ گوشت کا لوتھڑا ہو کر رہ گیا۔ وہ پتہ نہیں کب کا ٹھنڈا ہو چکا تھا لیکن اب بھی رائفل کا کندہ اسی زور و شور کے ساتھ اس کا لہو چاٹ رہا تھا۔

آخر کار دوسرا وحشی بھی رائفل پھینک اس طرح گر پڑا جیسے کھڑے رہنے کی بھی سکت نہ رہ گئی ہو۔

پہاڑی نالہ اب بھی انہیں ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ بہہ رہا تھا اور عقاب فضا میں چکرا رہے تھے۔

دوسرا آدمی ایک چٹان پر پڑا ہانپتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے پھٹی ہوئی آستین سے اپنے ہونٹ صاف کئے اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے ہاتھ زمین پر ٹکے ہوئے کانپ رہے تھے۔ وہ بدقت تمام اٹھا اور لاش کی تلاشی لینے لگا۔

دفعتاً اُس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔ اسے خوشی کا نعرہ ہی کہا جاسکتا تھا۔ مگر شاید اس میں ایک کراہ بھی شامل تھی۔

وہ پیتل کی اس ننھی سی توپ کو ہتھیلی پر رکھے حیرت سے دیکھ رہا تھا جو مرنے والے کے شکستہ کوٹ کی جیب سے برآمد ہوئی تھی۔ اس توپ کی لمبائی زیادہ سے زیادہ تین انچ رہی ہوگی۔

وہ اسے اس انداز سے دیکھ رہا تھا جیسے کسی بڑے خزانے کی کنجی ہاتھ آگئی ہو۔

شاید وہ بے حد خوش تھا اتنا خوش کہ اپنے جسم کے زخم بھی یاد نہ رہے تھے۔ وہ تھکن بھی یاد نہیں رہی تھی۔ جس نے کچھ دیر پہلے اسے زمین سے اٹھنے نہیں دیا تھا۔

توپ اس نے اپنے پھٹے ہوئے کوٹ کی جیب میں ڈالی اور لاش کو کھینچتا ہوا نالے کی طرف لے جانے لگا۔ مگر کچھ دور چلنے کے بعد رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں تفکر کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ لاش کو وہیں چھوڑ کر نالے کی طرف جا رہا تھا۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ تک وہ اپنے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیتا رہا۔ اب اسے صحیح معنوں میں تھکن محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے پیاس بھر پانی پی لیا تو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ جائے گا۔

وہ اٹھا اور ایک طرف چل پڑا۔ اس کی رائفل کاندھے سے لٹک رہی تھی۔ وہ چل تو رہا تھا مگر چال میں ایسی لڑکھڑاہٹ تھی جیسے برسوں صاحب فراش رہنے کے بعد آزمائشی طور پر چلنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ لڑائی ایسی ہی تھی جس نے اس کے کس بل نکال دیئے تھے۔ جدوجہد کے دوران میں اسے یقین نہیں تھا کہ وہ حریف پر غالب آجائے گا۔ لیکن وہ اتفاقاً ٹھوکر کھا کر گرا تھا اور پھر اس نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ اب بھی اس کی قوت یاد کر کے کانپ جاتا تھا وہ چلتے چلتے ایک غار کے سامنے رکا۔

یہیں سے اس جنگ کا آغاز ہوا تھا۔ حریف نے اسی غار کے دہانے سے اسے للکارا تھا اور یہ للکار بھی عجیب تھی۔ وہ "پربت، پربت" چیخ رہا تھا اور پھر اس کے بعد اس نے اس کی زبان سے کوئی دوسرا لفظ نہیں سنا تھا۔ وہ خاموشی سے لڑتا رہا تھا اور خاموشی سے مر گیا تھا۔ للکارنے کے بعد اس نے اس پر فائر کیا تھا۔ لیکن وہ بھی اناڑی نہیں تھا۔ بچ ہی گیا۔ پھر دونوں چٹانوں کی اوٹ لے کر کافی دیر تک ایک دوسرے پر فائر کرتے رہے تھے۔ یہ پسپا ہوتا رہا تھا اور وہ اس کا تعاقب کرتا ہوا اس جگہ آ پہنچا تھا جہاں دونوں دست بدست جنگ پر مجبور ہو گئے تھے کیونکہ دونوں ہی کے راؤنڈز ختم ہو گئے تھے۔

فاتح غار کے دہانے پر کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اندر داخل ہو گیا۔ چاروں طرف تاریکی تھی پتہ نہیں حقیقتاً تاریکی تھی یا اندھیرے کی عادی نہ ہونے کی بنا پر آنکھوں نے تھوڑی سی دھندلاہٹ کو بھی تاریکی میں تبدیل کر دیا تھا اس نے جیب

سے دیا سلائی نکال کر جلائی ہلکی سی روشنی تھوڑی دور تک پھیلی پھر وہ دیا سلائیاں کھینچتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

آخر ایک جگہ اسے رک ہی جانا پڑا کیونکہ اسے یہاں کھانے پینے کے کچھ برتن نظر آئے تھے وہیں ایک آئل اسٹو بھی تھا اور پتھر کے ایک بڑے ٹکڑے پر موی شمع نظر آرہی تھی۔ اس نے اسے روشن کر دیا اب وہ بآسانی گرد و پیش کا جائزہ لے سکتا تھا۔ ایک گوشے میں ایک گٹھری سی نظر آئی۔

اس نے آگے بڑھ کر اسے کھول ڈالا۔ اس میں دو تین قمیصیں تھیں ایک ڈبہ تمباکو کا تھا اور کچھ کاغذات۔ کاغذات کو اس نے الٹ پلٹ کر دیکھا اور اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ٹھونس لیا۔

پھر غار میں جہاں جہاں بھی پیر جمانے کی جگہ نظر آتی اس نے اس کا جائزہ ضرور لیا۔ کچھ دیر بعد وہ اس غار سے نکل کر ایک طرف چل پڑا۔

2

جھرگ نار کی شکار گاہ آج کل کافی آباد تھی، جگہ جگہ خیمے ایستادہ نظر آتے تھے اور اکثر مختلف قسم کے سازوں کی آوازیں ان سے بلند ہونے لگتی تھیں۔ بعض شکاریوں کے پاس ریڈیو سیٹ بھی تھے۔

جھرگ نار کے جنگل میں آج کل ہر وقت منگل رہتا تھا۔ اِدھر ترائی میں تو ہر وقت فضا میں نغمات اور قہقہے چکراتے رہتے۔ لیکن شمال کی جانب چڑھائی پر دن بھر رائفلوں کی آوازیں گونجتی رہتیں۔ نیچے اتنے زیادہ گھنے جنگل نہیں ہیں جتنے چڑھائی پر ملتے ہیں۔ جتنی زیادہ بلندی پر جایئے اتنے ہی زیادہ دشوار گذار جنگلوں سے سابقہ پڑتا ہے۔

جھرگ نار تو بڑی پُر فضا جگہ ہے۔ ہر وقت سرد ہوا چلتی رہتی ہے اور طبیعت اتنی ہلکی رہتی ہے جیسے پھیپھڑوں کو عرصے سے ایسی ہی ہوا کی تلاش رہی ہو۔ اس میں جنگلی پھولوں کی بھینی بھینی سی مہک بھی شامل ہوتی ہے۔ یہاں اکثر من چلے شکاری اپنے ساتھ عورتیں بھی لاتے ہیں۔

لیکن جولیانا فٹنر واٹر کسی منچلے شکاری کی محبوبہ نہ ہوتے ہوئے بھی آئی تھی۔ ایک خیمے میں فروکش تھی اور اس کے خیمے کے گرد سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبروں کے خیمے تھے۔ ان میں سے صرف صفدر غائب تھا۔

یہاں ان کی آمد کا مقصد سیر و شکار تو قطعی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ ایکسٹو کے حکم سے یہاں آئے تھے۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اس نے انہیں وہاں شکار ہی کھیلنے کا مشورہ دیا ہو۔ بہر حال انہیں اس وقت تک جھرگ نار میں مقیم رہنا تھا جب تک کہ ایکسٹو واپسی کا حکم نہ دیتا۔

جولیا الجھن میں تھی وہ دن میں کئی بار ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو سے گفتگو کرتی لیکن وہ صرف ان لوگوں کی خیریت پوچھتا تھا اور خوش رہنے کا مشورہ دے کر سلسلہ منقطع کر دیتا تھا۔

ان کے پاس مخصوص ساخت کے ٹرانسمیٹر تھے جن سے منتشر ہونے والی آواز صرف اسی قسم کے ٹرانسمیٹر میں سنی جا سکتی تھی۔

جولیا دن بھر ٹینٹ میں گھسی بیٹھی رہتی اور اس کے دوسرے ساتھی چڑھائی پر شکار کھیلتے پھرتے۔ انہوں نے بھی سوچا تھا چلو اچھا ہی ہے فرصت کا جو لمحہ ہاتھ آئے غنیمت ہے انہیں اس کی قطعی پرواہ نہیں تھی کہ ان کے یہاں آنے کا اصل مقصد کیا تھا۔

البتہ جولیانا الجھن میں مبتلا تھی۔ الجھن دراصل اس بات کی تھی کہ دوسرے شکاری اسے دیکھ کر ہنستے تھے کیونکہ اس کی پوزیشن مضحکہ خیز بھی تھی۔ پانچ مردوں میں ایک عورت۔ جولیا اپنے لئے ان کی طنز آمیز مسکراہٹ دیکھتی اور دل ہی دل میں کباب ہوتی رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ اسے اسی خیمے تک محدود ہو جانا پڑا تھا ورنہ جھرگ نار کی فضا ایسی نہیں تھی کہ کوئی گوشہ نشین ہو سکتا باہر زندگی اپنی تمام رعنائیوں سمیت رواں دواں تھی۔ لیکن جولیا خود کو برسوں کی بیمار محسوس کرنے لگی تھی۔ خواہ مخواہ احساس کمتری...! وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اسے یہاں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔

وہ خیمے کے دروازے کے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ باہر حد نظر تک ہرے بھرے درخت نظر آرہے تھے اور ان کی چوٹیوں پر چیلیں منڈلا رہی تھیں۔

دفعتاً ایک گوشے میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور جولیا خیمے کے در کا پردہ گرا کر اس کی طرف جھپٹی... بڑی تیزی سے ہیڈ فون کانوں پر فٹ کئے۔

”ہیلو... جولیا... جولیا...“ آواز آرہی تھی۔ ”ٹو تھری فور... جولیا... ہیلو... جولیا“۔

”جولیا اسپیکنگ“۔ جولیا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”ایکس ٹو“۔

”یس سر“

”یہ بہت بُری بات ہے کہ تم اس خیمے میں قید ہو کر رہ گئی ہو“۔

جولیا کا پارہ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے دانت پیس کر کہا۔ ”میں اسی خیمے میں دفن ہونا چاہتی ہوں“۔

”وہاں اتنی دور... تمہیں اپنی یہ خواہش یہیں ظاہر کرنی تھی“۔ ایکس ٹو کا لہجہ بہت سرد تھا۔

”میں یہاں لوگوں سے آنکھیں ملاتی ہوئی شرماتی ہوں وہ مجھ پر ہنستے ہیں مجھے حقیر سمجھتے ہیں“۔

”کیوں؟“

”کیا آپ نہیں جانتے کہ یہاں کیسی عورتیں آتی ہیں“۔

”میں جانتا ہوں۔ پھر“۔

”مجھے یہ پسند نہیں ہے“۔

”اچھا...“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”کیا تم ہالینڈ کی ملکہ بننا پسند کرو گی“۔

”میرا مضحکہ نہ اڑایئے جناب“۔

”جولیا! اگر تمہیں یہ ملازمت پسند نہیں ہے تو میں ہر وقت تمہارے استعفے کا استقبال کرنے کو تیار ہوں“۔

جولیا پھر دانت پیس کر رہ گئی۔

’’ہیلو...‘‘ دوسری طرف سے آواز آئی۔

’’لیس سر‘‘

’’میں نے کیا کہا ہے‘‘۔

’’کیا آپ نہیں سوچ سکتے کہ میں کس پوزیشن میں ہوں‘‘۔

’’تم بہت اچھی پوزیشن میں ہو۔ سوائے اس کے کہ کچھ لوگ تمہارے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا رہیں۔ کیونکہ تمہیں اسی حیثیت سے ایک کام کرنا ہے‘‘۔

’’اسی حیثیت سے‘‘۔ جولیا کی آواز کانپ گئی۔

’’ہاں اسی حیثیت سے‘‘۔ مجھے دراصل اپنے ماتحتوں میں ایک ایسی عورت کی ضرورت تھی جو بظاہر عورت لیکن بباطن مرد ہو۔ کیا میں سمجھ لوں کہ میرا انتخاب غلط تھا‘‘۔

’’نن... نہیں... ٹھہریئے۔ مجھے کیا کرنا ہوگا‘‘۔

’’فی الحال تم خیمے سے باہر نکلو۔ دوسروں سے الگ تھلگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پچھلی رات جب ایک شکاری نے اپنے جلسے میں تم سب کو مدعو کیا تھا تو تم وہاں نہیں گئی تھیں‘‘۔

’’جی ہاں! میں نہیں گئی تھی‘‘۔

’’اب تم جاؤ گی۔ سمجھیں! کیا تم خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتیں‘‘۔

’’کر سکتی ہوں‘‘۔

’’پھر اس کی پروا نہ کرو کہ لوگ تمہیں کیا سمجھتے ہیں۔ ہمیشہ اس پر نظر رکھو کہ تم کیا ہو۔ کیا میرے دوسرے ماتحتوں تک تم ہی پیغامات نہیں پہنچاتیں اب وہاں بھی تم ہی ان کی انچارج ہو‘‘۔

جولیا کچھ نہ بولی۔

’’ہیلو‘‘۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

’’لیس سر‘‘۔

’’مجھے توقع ہے کہ اب تم خیمے ہی تک محدود نہ رہو گی‘‘۔

جولیا کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی پتہ نہیں اس نے ’’ہاں‘‘ کہا تھا۔ یا ’’نہیں‘‘

بہر حال دوسری طرف سے آواز آنی بند ہوگئی۔

* *

بلیک زیرو بھی جھرگ نار ہی میں مقیم تھا۔ لیکن سیکرٹ سروس کے ممبر اس کی شخصیت سے واقف نہیں تھے اسے

صرف عمران ہی جانتا تھا اور بلیک زیرو بھی جانتا تھا کہ ایکسٹو کون ہے۔

شکار گاہ میں وہ تنہا تھا لیکن اس نے اپنا خیمہ دوسروں سے الگ نصب نہیں کیا تھا۔ وہ دوسرے شکاریوں سے ملتا جلتا بھی تھا اور ان کی محبوباؤں کو ایسی نظروں سے دیکھتا تھا جیسے اسے اپنی تنہائی پر رونا آتا ہو۔ لیکن وہ ایک شاندار ایکٹر تھا بعض اوقات اس کی اداکاری بھی حقیقت ہی معلوم ہونے لگتی تھی۔ ورنہ وہ اگر عورتوں کا شائق ہوتا تو عمران کی نظر انتخاب اس پر ہرگز نہ پڑتی۔

اس وقت وہ آج کے شکار کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے خیمے کے در کا پردہ گرا دیا اور کانوں پر ہیڈ فون چڑھاتا ہوا بولا۔

’’ہیلو‘‘۔

’’بلیک زیرو‘‘۔ دوسری طرف سے آواز آئی اور اس نے آواز پہچان لی۔

دوسری طرف سے بولنے والا عمران ہی تھا۔

’’بلیک زیرو‘‘۔ دوسری طرف سے پھر کہا گیا۔

’’لیس سر۔ بلیک زیرو اسپیکنگ‘‘۔

’’میں بھی اپنی سیکرٹری سمیت آرہا ہوں۔ ایک خیمے کا انتظام کرو‘‘۔

’’بہت بہتر جناب‘‘۔ بلیک زیرو خوش ہو کر بولا۔ ’’ابھی ٹھیکیدار کے پاس بہت سے خیمے فالتو ہیں۔ مگر آپ کب تشریف لا رہے ہیں‘‘۔

’’کل شام تک پہنچ جاؤں گا‘‘۔

’’بہت بہتر جناب۔ میں ابھی تک ان لوگوں کو نہیں پہچان سکا‘‘۔

’’فکر مت کرو‘‘۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہوگیا۔

بلیک زیرو حقیقتاً خوش نظر آرہا تھا۔ اس نے اب شکار پر جانا ملتوی کر دیا۔ وہ آج ہی عمران کے لئے خیمہ نصب کرا دینا چاہتا تھا۔

یہاں خیمے بہت آسانی سے مل جاتے تھے شکار کے سیزن میں جنگلات کے ٹھیکیداروں کو خیمے کرائے پر دینے کے سلسلہ میں خاصی آمدنی ہو جاتی تھی۔ اس لئے شکار کا سیزن شروع ہوتے ہی وہ یہاں خیمے اسٹاک کرنے لگتے تھے۔

3

تنویر، چوہان، کیپٹن خاور، لیفٹیننٹ صدیقی اور سارجنٹ نعمانی ساتھ ہی شکار کے لئے نکلے تھے۔ خاور کے علاوہ اور سب بہت اچھے موڈ میں تھے اور خوب چہک رہے تھے۔ خاور کا موڈ بھی خراب تو نہیں کہا جا سکتا تھا مگر وہ خاموش تھا۔ کبھی کبھی ان کی طرف بھی متوجہ ہو جاتا تھا اور اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آنے لگتی۔

اس کے ساتھیوں کو اس خاموشی پر حیرت بھی نہیں تھی کیونکہ خاور ویسے بھی کم سخن آدمی تھا۔

مگر اس وقت تو وہ الجھن ہی میں تھا۔ خاموشی کی وجہ اس کی کم سخنی نہیں تھی۔

جب وہ شکار کے لئے تیاری کر رہا تھا تو اسے ٹرانسمیٹر پر ایکس ٹو کا ایک پُر اسرار پیغام ملا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ آج اپنے ساتھیوں کو شکار کے لئے ایک مخصوص مقام پر لے جائے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں ایک پہاڑی نالہ شمال مشرق کی پہاڑیوں سے آ کر جھرگ نار کی طرف مڑا تھا۔

خیر یہ تو کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز ہدایت یہ تھی کہ خاور اپنے ساتھ شیونگ کا سامان اور ایک عدد سوٹ مع قمیص بھی لے جائے لیکن اس کی غرض اور غایت نہیں بتائی گئی تھی۔ خاور ایکسٹو کے احکام کی تعمیل بے چوں چرا کرتا تھا... اور اس کی خواہش تھی کہ اس کے دوسرے ساتھی بھی یہی کیا کریں وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ایکسٹو کے اس حکم کا تذکرہ ان سے کر دیا تو سب مل کر اس کا دماغ چاٹ ڈالیں گے اور کام کا وقت قیاس آرائیوں کی نذر ہو جائے گا لہٰذا وہ صرف انہیں نالے کے موڑ کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس نے خیال ظاہر کیا تھا کہ ادھر چیتل بکثرت ملتے ہیں۔ لہٰذا آج ادھر بھی دیکھا جائے۔

وہ نالے کے موڑ پر پہنچ کر رک گئے۔ یہ بھی بڑا عجیب وغریب خطہ تھا۔ نالے کے موڑ سے جنگلوں کا سلسلہ اس طرح غائب ہو گیا تھا جیسے کسی رنگین کپڑے میں سفید پیوند لگا دیا جائے۔ نالے کی دوسری جانب خشک اور بھورے رنگ کی دشوار گذار پہاڑیاں تھیں اور ان کا سلسلہ شمال مشرق میں صدہا میل تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ گویا وہ نالہ ہرے بھرے پہاڑوں اور خشک پہاڑوں کے درمیان ایک قدرتی حد بناتا تھا۔

‘‘خاور...’’ تنویر نے اسے مخاطب کیا۔ ‘‘کیا تم اس نالے کا پانی پینے کے لئے یہاں آئے تھے’’۔

‘‘یہاں شکار کہاں ہے’’۔

‘‘اوہ...وہ’’ خاور نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ‘‘میں نے سوچا تھا ممکن ہے چیتل یہاں پانی پینے کے لئے آتے ہوں’’۔

تنویر نے اس طرح آنکھیں پھاڑ کر خاور کو دیکھا جیسے اپنے کانوں پر اعتبار نہ ہو۔ جیسے خاور کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔ کیونکہ اس کی زبان سے اس قسم کے بچکانہ جملے غیر متوقع تھے۔ خاور عام حالات میں ایک سنجیدہ اور فلسفی قسم کا آدمی ثابت ہوتا تھا اس لئے اس کا یہ جملہ اس کے ساتھیوں نے حیرت سے سنا۔

‘‘تم اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو مجھے’’۔ خاور نے ہنس کر کہا۔

‘‘کچھ نہیں’’۔ تنویر بدستور اسے گھورتا ہوا بولا۔ ‘‘تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو’’۔

‘‘اگر ہم کچھ دیر یہاں بیٹھیں تو کیا حرج ہے’’۔ خاور نے کہا۔

‘‘نہیں ہم یہاں نہیں بیٹھیں گے’’۔

‘‘تمہاری مرضی’’۔ خاور لاپروائی سے بولا۔ ‘‘میں تو بیٹھوں گا’’۔

‘‘آخر بات کیا ہے’’۔ چوہان نے پوچھا۔

‘‘ایکسٹو کا حکم’’۔

‘‘تنویر نے ایک طویل سانس لی اور بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا پھر کچھ دیر بعد غصیلے لہجے میں بولا۔

‘‘ہم لوگ بالکل کتے کے پلوں کی طرح اس کے پیچھے دم ہلاتے ہوئے چل رہے ہیں’’۔

‘‘آفیسر ہی ٹھہرا’’۔ خاور کا جواب تھا۔

‘‘آفیسر’’۔ تنویر دانت پیس کر رہ گیا۔

‘‘کیوں کیا تمہیں اس کے آفیسر ہونے سے انکار ہے’’۔ خاور مسکرایا۔

‘‘وہ آفیسر سے بھی زیادہ کچھ اور ہے’’۔ تنویر نفرت انگیز لہجے میں بولا۔

‘‘کوئی بُری روح جو ہم سے چمٹ گئی ہے’’۔

‘‘جعفری اور نا شاد کا پیچھا تو چھوٹ گیا اس بُری روح سے’’۔ خاور نے کہا۔ ‘‘تم اگر چاہو تو تم بھی گلو خلاصی کرا سکتے ہو’’۔

‘‘یار تم نہیں سمجھتے’’۔ چوہان آنکھ مار کر بولا۔ ‘‘یہ سو فیصد عورت کا قصہ ہے’’۔

‘‘بے کار بکواس مت کرو’’۔ تنویر چڑ گیا۔

‘‘اگر تم...’’ چوہان خاور سے کہتا رہا۔ ‘‘کسی عورت کے چکر میں پڑ جاؤ لیکن عورت کسی اور کے چکر میں ہو تو اس کسی اور کے لئے تمہارے پاس گالیوں کے علاوہ اور کیا ہوگا’’۔

‘‘آہا...وہ ایکس ٹو کے چکر میں ہے’’۔ خاور مسکرایا۔

‘‘سو فیصدی’’ چوہان نے کہا۔ ‘‘وہ اسی فکر میں رہا کرتی ہے کہ کسی طرح ایکسٹو کی شخصیت سے واقف ہو جائے’’۔

‘‘تم نہیں بند کرو گے بکواس’’۔ تنویر کو باقاعدہ طور پر غصہ آ گیا۔

‘‘اوہو’’۔ یک بیک خاور اچھل کھڑا ہو گیا۔

سامنے کے ایک تنگ درے سے ایک شکستہ حال آدمی لنگڑاتا ہوا نکلا تھا اور ہاتھ ہلاتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے جسم پر لباس کے بجائے چیتھڑے جھول رہے تھے کاندھے سے رائفل لٹکی ہوئی تھی۔ سر اور داڑھی کے بال اس طرح بڑھائے ہوئے تھے کہ وہ پتھر کے زمانے کا کوئی آدمی معلوم ہو رہا تھا۔

نالے کے کنارے پہنچ کر اس نے شانے سے رائفل اتار دی اور اس کا کندہ پانی میں ڈال دیا۔ پھر وہ اسی طرح گہرائی کا اندازہ کرتا ہوا نالا پار کرنے لگا کبھی کبھی اس کے قدم لڑکھڑا بھی جاتے تھے۔ لیکن وہ کسی نہ کسی طرح سنبھل ہی جاتا تھا۔

‘‘اوہ۔ ارے...’’ دفعتاً خاور بولا۔ یہ تو صفدر ہے’’۔

ساتھ ہی وہ نالے کی طرف جھپٹا اور اسے سہارا دینے کے لئے پانی میں اتر گیا۔ یہاں بہاؤ میں زور نہیں تھا۔ ورنہ

شائد صفدر ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکتا۔

’’وہ خاور کا سہارا لے کر بڑبڑایا۔ ’’مجھے مضبوطی سے پکڑو اب مجھ میں سکت نہیں رہ گئی۔ میں بہت تھک گیا ہوں‘‘۔

’’تم اپنا بوجھ مجھ پر ڈال دو... بالکل فکر نہ کرو‘‘۔ خاور نے نرم لہجے میں کہا۔

وہ اسے کنارے لایا اور صفدر بے دم ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس کا جسم بخار کی شدت سے تپ رہا تھا۔ وہ سب اس کے گرد اکھٹے ہو گئے۔ انہیں اسے اس حال میں دیکھ کر حیرت ہوئی تھی کیونکہ انہیں یہ معلوم تھا کہ صفدر دو ماہ کی رخصت پر ہے۔ آج سے ایک ماہ پہلے اس نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

’’مگر مجھے ایکس ٹو نے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں کپڑے لے جاؤں‘‘۔ خاور بڑبڑایا۔ ’’شیونگ کا سامان کیوں لے جاؤں۔ بس یہ کہا تھا کہ تم لوگ اس وقت تک وہاں ٹھہرنا جب تک کوئی خاص واقعہ پیش نہ آجائے۔ اگر میں پہلے ہی تم لوگوں کو اس سے آگاہ کر دیتا تو تم یہی سمجھتے کہ میں مذاق کر رہا ہوں یا میرا دماغ الٹ گیا ہے‘‘۔

کوئی کچھ نہ بولا وہ سب صفدر کو تشویش کن نظروں سے دیکھ رہے تھے اور صفدر آنکھیں بند کئے گہری سانسیں لے رہا تھا۔

’’اسے اٹھاؤ۔ لے چلیں‘‘۔ تنویر آہستہ سے بولا۔

’’یوں نہیں۔ سب سے پہلے شیو کرنا ضروری ہے اور لباس کی تبدیلی...‘‘ خاور نے کہا۔

’’کہیں سچ مچ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا‘‘۔ تنویر بولا۔

’’آہا... پھر ایکسٹو نے لباس اور شیونگ کے سامان کے لئے کیوں تاکید کی تھی‘‘۔

’’اس کا بھی دماغ چل گیا ہوگا‘‘۔

’’اسی لئے اس نے اس کام کے لئے مجھے منتخب کیا تھا‘‘۔ خاور مسکرایا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ ’’اب مجھے اس کی حالت درست کرنی چاہئے‘‘۔

ان لوگوں کے ہنسنے اور مسکرانے کی پرواہ نہ کر کے خاور نے اس کا شیو بنایا اور پھر چوہان کی مدد سے اس کا لباس تبدیل کر دیا۔ صفدر ہوش ہی میں تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں البتہ وہ کچھ بول نہیں رہا تھا۔ لیکن جب تنویر نے وہ پوٹلی کھولنی چاہی جو اس کے سینے پر بندھی ہوئی تھی تو وہ بول پڑا۔ ’’نہیں اسے مت کھولو‘‘۔

’’کیوں‘‘۔

’’نہیں!‘‘ صفدر نے سخت لہجے میں کہا۔ ’’میں اس حالت میں بھی ہر اس شخص کو سزا دے سکتا ہوں جو ایکس ٹو کی حکم عدولی کرنے کی ہمت کرے۔ یہ ایکسٹو کا حکم ہے کہ اس پوٹلی کی چیزیں عمران کے علاوہ اور کسی کو نہ دکھائی جائیں‘‘۔

’’اوہ...‘‘ تنویر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

’’مگر عمران یہاں ہے کہاں‘‘۔ چوہان نے کہا۔

’’میں اس کی تلاش میں بوڑھا ہو سکتا ہوں لیکن ایکسٹو کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مجھے اس مسئلہ پر دکھ نہ پہنچاؤ ہو سکتا ہے میں آج ہی مر جاؤں اس صورت میں حکم ملا ہے کہ یہ پوٹلی خاور کے سپرد کی جائے اور انہیں بھی یہی ہدایت کر دی جائے کہ وہ اسے عمران کے علاوہ اور کسی کو نہ دیں‘‘۔

’’مگر یہ تمہارے جسم پر زخم کیسے ہیں‘‘۔ خاور نے تشویش کن لہجے میں کہا۔ ’’یہ صرف دانتوں کے ہی نشانات ہو سکتے ہیں‘‘۔

’’پھر اطمینان سے بتاؤں گا مجھ سے بولا نہیں جا رہا تھا‘‘۔ صفدر نے کہا اور نچلا ہونٹ دانتوں سے دبا لیا۔

وہ لوگ اسے وہاں سے لے جانے کی تیاری کرنے لگے۔

4

دوسرے دن شام تک عمران اور روشی جھرگ نار پہنچ گئے۔ وہ جمال پور تک ہوائی جہاز سے آئے تھے اور جمال پور سے یہاں تک کا سفر لاری سے کرنا پڑا تھا۔

بلیک زیرو کو علم تھا کہ اس کی سیکریٹری روشی اس کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ لہٰذا اس نے دو خیموں کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ ایک ہی خیمے میں دو بستروں کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ خیمے تک پہنچانے کے بعد بلیک زیرو عمران کی ہدایت کے مطابق ان سے الگ ہو گیا اور اب بظاہر ان سے کوئی تعلق نہیں رکھنا تھا۔

روشی کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ عمران یہاں کیوں آیا ہے۔ دارالحکومت سے روانگی کے وقت اس نے روشی سے کہا تھا کہ وہ اپنی خالہ کی سالگرہ میں شرکت کے لئے جمال پور جا رہا ہے لہٰذا اگر وہ بھی اس کے ساتھ چلنا چاہے تو اسے خوشی ہوگی۔ روشی نے یہ تجویز بے چوں و چرا مان لی تھی۔ بلکہ اسے اس پر خوشی بھی ہوئی کہ عمران اسے اپنے اعزا سے ملانا پسند کرتا ہے اس کی عرصہ سے خواہش تھی کہ وہ عمران کے قریبی عزیزوں سے بھی ملے۔

لیکن جمال پور کے ہوائی اڈے سے عمران نے کسی سے فون پر گفتگو کرنے کے بعد اسے اطلاع دی تھی کہ اس کی خالہ نے جھرگ نار کے جنگلات کا ٹھیکہ لے لیا ہے اس لئے سالگرہ کا جشن وہیں برپا ہوگا اس بے تکی... پر روشی نے اسے اتنی صلواتیں سنائی تھیں کہ عمران انگلیوں پر ان کا شمار کرنے سے قاصر رہا تھا۔

بلیک زیرو کے رخصت ہوتے ہی روشی اس پر جھپٹ پڑی۔

’’تم اس طرح مجھے اُلّو کیوں بنایا کرتے ہو‘‘۔

’’اوہ... سنو تو سہی ایک بار تم نے کہا تھا کہ تم بارہ سنگھے پر بیٹھ کر ہاتھی کا شکار کر سکتی ہو‘‘۔

’’اب خیریت اسی میں ہے کہ یہاں اس طرح لانے کی وجہ بتا دو، ورنہ تمہیں پچھتانا پڑے گا‘‘۔

’’کیا تمہیں لا کر بھی پچھتانا ہی پڑے گا‘‘۔ عمران نے مایوسانہ لہجے میں پوچھا۔

اور روشی اسے اس طرح گھورنے لگی جیسے کچا چبا جائے گی۔ غالباً وہ سوچ رہی تھی کہ اسے اب کیا کرنا چاہئے۔

عمران نے صندوق سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ روشی خاموشی سے دیکھتی رہی۔

‘‘ہیلو...جولیا...جولیانا...فٹزواٹر...’’ عمران کہہ رہا تھا ‘‘ہیلو...یس...عمران جھرگ نار پہنچ گیا ہے...اگر صفدر کی حالت بہتر ہو تو اسے عمران کے خیمے میں بھیج دو۔ ’’اوور اینڈ آل’’۔

عمران نے ہیڈ فون اتار دیئے اور روشی آنکھیں نکال کر بولی۔ ‘‘تو یہ کہو جولیا بھی یہیں ہے اور شاید تمہارے دوسرے ماتحت بھی ہوں؟ کیا معاملہ ہے’’۔

‘‘وہ سب شکار کھیل رہے ہیں’’۔ عمران مسکرا کر بولا۔ ‘‘ایکسٹو کی پوری ٹیم شکار کھیلے گی’’۔

‘‘کیا قصہ ہے’’۔

‘‘قصہ یہ ہے کہ جب حاتم طائی شہزادہ شتر بے مہار چریا کوٹی کو گورداسپور کا گڑ کھلا چکا تھا تو...’’

‘‘بس بس...’’ روشی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ‘‘جہنم میں جاؤ میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔ لیکن کان کھول کر سن لو...کہ...’’

‘‘ایک منٹ’’۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر اپنے دونوں کان اکھاڑنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ ‘‘کان تو کھول لینے دو پھر آگے سنانا’’۔

‘‘کچھ نہیں...اچھی بات ہے’’۔ روشی سر ہلا کر بولی۔ ‘‘میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ میں تمہارے لئے کوئی کام نہ کروں گی’’۔

‘‘نہیں...اتنا کام ضرور کرو کہ...ہپ...ٹھہرو...’’

اس نے دوبارہ ہیڈ فون کان پر چڑھائے اور بلیک زیرو سے رابطہ قائم کر کے اپنے خیمے کا محل وقوع معلوم کیا اور پھر جولیا نافٹزواٹر کو مخاطب کر کے بتایا کہ وہ صفدر کو کہاں بھیجے۔ اس دوران میں روشی اسے گھورتی رہی تھی۔ لیکن جیسے ہی عمران ٹرانسمیٹر کو صندوق میں بند کر کے اس کی طرف مڑا اس کے چہرے سے لاپروائی اور بے تعلقی ظاہر ہونے لگی۔

عمران نے بھی اسے نہیں چھیڑا۔ شاید اس وقت خود بھی خاموش رہنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر بعد روشی نے اس کے چہرے پر گہرے تفکرات کے آثار دیکھے تقریباً آدھے گھنٹے بعد صفدر خیمے کے در پر نظر آیا۔ وہ تنہا تھا عمران اس طرح ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف دوڑا جیسے یہ ملاقات بالکل اتفاقیہ طور پر ہوئی ہو۔ صفدر نے البتہ کسی قسم کی گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا۔ اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ ذہنی اور جسمانی کسل پر کوئی جذبہ حاوی ہو سکتا۔ وہ بید کی کرسی میں گر گیا۔

‘‘میں زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکوں گا عمران صاحب’’۔ صفدر نے کمزور آواز میں کہا۔

‘‘اوہ اچھا ٹھیک ہے’’۔ عمران نے روشی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ‘‘تم ذرا دیکھو میں نے سامنے والے سمیر کے درخت پر ایک بندر دیکھا تھا مگر یہاں بندر نہیں پائے جاتے...میں یقین کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بندر نہیں تھا’’۔

‘‘یقین کر لو کہ وہ بندر نہیں تھا’’۔ روشی اڑ گئی۔ وہ باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔

‘‘کیسے یقین کر لوں...تم جا کر دیکھ آؤ نا...شاباش’’۔

روشی اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتی ہوئی باہر چلی گئی۔

‘‘آپ بیمار معلوم ہوتے ہیں مسٹر صفدر...’’ عمران نے آہستہ سے کہا۔

‘‘بہت زیادہ عمران صاحب’’۔ صفدر کمزور آواز میں بولا۔ ‘‘میرے خدا میں نے ایک ماہ تک جانوروں کی طرح زندگی بسر کی ہے۔ ہاں ٹھہریئے کیا آپ کو مکمل رپورٹ دینی پڑے گی’’۔

‘‘نہیں مجھے رپورٹ سے کوئی سروکار نہیں’’۔ عمران بولا۔ ‘‘مجھ سے صرف اتنا کہا گیا ہے کہ جو کچھ آپ مجھے دیں اسے احتیاط سے رکھ لوں’’۔

صفدر نے ادھر ادھر دیکھ کر کچھ کاغذات اور پینسل کی ایک ننھی سی توپ جیب سے نکالی اور عمران کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ‘‘اب آج رات میں سکون سے سو سکوں گا’’۔

عمران نے کاغذات یا توپ کا جائزہ لئے بغیر انہیں جیب میں ٹھونس لیا۔ وہ صفدر کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

‘‘اب مجھے اجازت دیجئے’’۔ صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ‘‘کیا آپ کو علم ہے کہ ہم سب یہیں موجود ہیں’’۔

‘‘اوہ’’ عمران اس طرح چونکا جیسے یہ اطلاع اس کے لئے بالکل نئی اور حیرت انگیز رہی ہو۔ پھر مسکرا کر پوچھا۔

‘‘کیا وہ بھی ہے...یعنی کہ...وہ...’’۔

‘‘جولیا’’ صفدر مسکرایا۔

‘‘آہا...پتہ نہیں کیوں میں اس کا نام ہمیشہ بھول جاتا ہوں۔ لیکن کیا وہ شکار کھیلنے آتی ہے’’۔

‘‘پتہ نہیں۔ ان لوگوں کو نہیں معلوم کہ وہ یہاں کیوں بھیجے گئے ہیں’’۔

‘‘گڈ، یہ ایکس ٹو بھی مجھے پاگل معلوم ہوتا ہے’’۔

‘‘مجھے تو یہ طریقہ کار بے حد پسند ہے’’۔ صفدر نے سر ہلا کر کہا۔

‘‘شاید آپ بھی کافی دنوں تک دھکے کھاتے رہے ہیں’’۔ عمران مسکرا کر بولا۔

‘‘کچھ بھی ہو۔ مجھے بہر حال بہت شاندار آفیسر ملا ہے اور میں ایسے ہی آفیسروں کے تحت کام بھی کر سکتا ہوں’’۔

‘‘خدا رحم کرے آپ کے حال پر۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے دوسرے ساتھی آپ سے خوش نہ ہوں گے مسٹر صفدر’’۔

‘‘مجھے ان کی پرواہ کب ہے۔ میں صرف کام کرنے کے لئے یہاں ہوں’’۔

‘‘خدا آپ کے حال پر مزید رحم کرے’’۔ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ‘‘اگر آپ کی مستعدی کا یہی عالم رہا تو ایکس ٹو آپ کی ہڈیوں تک کا پسینہ نکال لے گا’’۔

‘‘پسینہ مردوں کا سنگھار ہے...عمران صاحب’’۔ صفدر مسکرایا۔

‘‘خدا آپ کے حال پر اتنا رحم کرے کہ...ہپ...’’

عمران یک بیک خاموش ہو گیا۔ کیوں کہ روشی در پر کھڑی کہہ رہی تھی کہ ‘‘محکمہ جنگلات کے آفیسر شکار کا پرمٹ دیکھنا چاہتے ہیں’’۔

‘‘کہاں ہے محکمہ آفیسرات کا جنگل...اوہ...کا جنگ...فیسر یعنی کہ...وہ کہاں ہے’’۔

‘‘چپراسی نے اطلاع دی ہے کہ تمہیں اس کے دفتر میں جا کر پرمٹ دکھانا ہوگا’’۔

''ارے تو وہ چپراسی کہاں ہے''۔

''وہ اطلاع دے کر واپس جاچکا ہے''۔

''تم وہاں کیوں کھڑی ہو...بندر کا کیا ہوا''۔

''اچھا عمران صاحب''۔ صفدر نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

''اوہ جی ہاں...''عمران نے چونک کر مصافحہ کیا اور صفدر خیمے سے نکل گیا۔ روشی اندر آگئی۔

''تم مجھے یہاں کیوں لائے''۔ روشی بپھر گئی۔

''تاکہ تمہیں اپنی خالہ بنا کر تمہاری سالگرہ کردوں''۔ عمران آہستہ سے بولا۔ ''تم بالکل عقلمند ہو، ذراسی بھی حماقت تم میں نہیں پائی جاتی۔ میں اس کی موجودگی میں تمہیں کیسے رازدار بنالیتا''۔

''جب یہاں جولیا موجود تھی تو مجھے کیوں لائے تھے''۔

''افسوس کہ تمہاری موجودگی میں وہ میری خالہ نہیں بن سکتی''۔

روشی کچھ نہ بولی اس کا موڈ بہت زیادہ خراب ہوگیا تھا۔

عمران نے خیمے کے در کا پردہ گرادیا اور آستین چڑھاتا ہوا بولا۔ ''میں آج تمہیں ذبح کرڈالوں گا۔ جب تمہیں غصہ آتا ہے تو تمہارا اوپری ہونٹ ناک سے مل جانے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ یہ مجھے قطعی ناپسند ہے تمہارے ہونٹ کا انداز مجھے گالیاں دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ لہٰذا یا تو تم اپنا اوپری ہونٹ کٹوادو یا پھر کوشش کیا کرو کہ تمہیں غصہ نہ آئے''۔

''اگر تم میرے لئے علاحدہ خیمے کا انتظام کرو گے تو میں شکار کا پرمٹ پھاڑ دوں گی''۔

''میرے خدا...؟''عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ''پھر کیا ہوگا...مس روشی''۔

روشی کچھ نہ بولی۔ یہ دھمکی فضول تھی وہ جانتی تھی کہ عمران شکار کھیلنے نہیں آیا۔ اگر آمد کا مقصد شکار کھیلنا ہوتا تو وہ یہاں اپنے ماتحتوں کو کیوں اکٹھا کرتا۔

''تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو''۔ روشی نے پھر سوال کیا۔ اور اس کے انداز میں جھلاہٹ نہیں تھی۔

''ہاں سنو...میرے لئے ایک عورت ضروری ہے...آہا...تم مسکرا رہی ہو۔ میں ایکسٹو کی حیثیت سے بول رہا ہوں ...جولیا نافٹز واٹر اس ضرورت کو پورا کرسکتی تھی لیکن وہ ہر قسم کی عورت نہیں ہے۔ نہ اتنی چالاک ہے اور نہ اتنی ذہین جتنی کہ تم ہو''۔

''پھر تمہارے ماتحتوں میں اس کا کیا کام''۔

''وہ یورپ کی کئی زبانیں بول سکتی ہے اور سمجھ سکتی ہے''۔ عمران نے کہا۔ میں تمہیں جس مقصد کے تحت یہاں لایا ہوں وہ بھی جلد ہی ظاہر ہوجائے گا''۔

روشی کچھ نہ بولی۔ لیکن وہ استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''میں تقریباً دو ماہ سے پریشان ہوں''۔ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''صفدر کی ایک غلطی کی بنا پر شاید ابھی کچھ اور

وقت پریشانی ہی میں گزرے گا۔ کاش وہ اس آدمی کو نہ مارڈالتا۔

''کس آدمی کو''۔

''ٹھہرو۔ مجھے ایسے گروہ کی تلاش ہے جو ایک غیر ملک کے اشارے پر یہاں مسلح بغاوت پھیلانے کی اسکیم بنارہا ہے''۔

''اوہ...مگر تمہیں اس گروہ کے وجود کا کیسے علم ہوا۔ میرا خیال ہے کہ ابھی تک میں نے ملک کے کسی بھی حصے میں مسلح بغاوت کے آثار کی خبر نہیں سنی''۔

''لیکن میں ان کی تیاریوں سے متعلق سنتا رہا ہوں''۔ عمران نے کہا۔ ''ابھی کچھ ہی دنوں کی بات ہے کہ شکرال اور ہمارے ملک کی سرحد کے قریب دو قبیلوں کے درمیان بڑی خون ریز جنگ ہوئی تھی۔ جانبین کے درجنوں آدمی مارے گئے اور تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ان کے پاس جدید ترین رائفلیں تھیں''۔

''کیا بات ہوئی'' روشی ہنس پڑی۔ ''جدید ترین رائفلوں کی موجودگی میرے لئے حیرت انگیز کیوں ہونے لگی''۔

''میرے لئے بھی نہ ہوتی''۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ ''اگر ان کی ساخت اپنے یہاں کی جدید ترین رائفلوں کی سی ہوتی''۔

''پھر''

''ساخت کے اعتبار سے وہ ایسے ملک سے تعلق رکھتے ہیں، جو اب تک دنیا کے کئی ممالک میں مسلح بغاوت کرا کے اپنی پسند کی حکومت قائم کراچکا ہے''۔

''اوہ...مگر ہوسکتا ہے کہ یہ چیز صرف انہیں قبائلیوں تک محدود رہی ہو''۔

''ہاں...یہ بھی کہا جاسکتا تھا۔ مگر اتفاق سے ایک واقعہ دارالحکومت کے قریب ہی پیش آیا ہے...کچھ دن ہوئے لینڈ کسٹمز پوسٹ کے قریب ایک ٹرک الٹ گیا جس پر ریت لدی ہوئی تھی لیکن ریت کے اندر تقریباً پچاس ویسی ہی رائفلیں چھپی ہوئی تھیں جیسی ان قبائلیوں کے پاس دیکھی گئی تھیں''۔

''ٹرک کس کا تھا''۔

''یہ آج تک معلوم نہ ہوسکا''۔

''کیوں...کیا اس پر ٹریفک کے نمبر نہیں تھے''۔

''یقیناً تھے...لیکن ان کا اندراج رجسٹر میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ مردہ ڈرائیور کے پاس سے لائسنس بھی نہیں برآمد ہوا''۔

''اوہ۔ تب تو یقیناً...لیکن تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری تفتیش کافی آگے بڑھ چکی ہے''۔

''یقیناً...میں دو ماہ سے اس چکر میں ہوں۔ لہٰذا کچھ نہ کچھ کامیابی تو ضرور ہوئی ہوگی''۔

''کیا کامیابی ہوئی ہے''۔

''مجھے یقین ہوگیا ہے کہ یہاں ایک منظم گروہ اس کے لئے کام کررہا ہے اور اس گروہ والوں کا امتیازی نشان توپ ہے۔ وہ اسی توپ سے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں''۔

''مگر تمہیں اس امتیازی نشان کا علم کیسے ہوا''۔

''بار بار جب کوئی چیز سامنے آتی ہے تو اسے اہمیت دینی ہی پڑتی ہے''۔

''قبائلیوں کی جنگ میں کام آنے والوں میں سے دو کے داہنے بازوؤں پر توپ کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور یہی تصویر اس ٹرک کے ڈرائیور کے داہنے بازو پر نظر آئی تھی جو لینڈ کسٹمز پوسٹ کے قریب الٹ گیا تھا اور اب یہ دیکھو''۔

عمران نے پیتل کی ننھی سی توپ نکال کر روشی کے سامنے رکھ دی۔

روشی اسے الٹ پلٹ کر دیکھتی ہوئی بولی۔ ''یہ کیا بلا ہے''۔

''ایک ننھی سی توپ جس سے چیونٹی کا بھی شکار نہیں کیا جاسکتا''۔

''یہ تمہیں ملی کہاں''۔

''صفدر لایا تھا''۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''اب صفدر کی کہانی سنو۔ میں نے اسے اسی علاقے میں قیام کرنے کا حکم دیا تھا۔ جہاں دو قبیلے آپس میں لڑ گئے تھے۔ صفدر کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ معاملے کی نوعیت کیا ہے۔ لہٰذا وہ کافی محنت اور ذہانت سے کام کرتا رہا۔ لیکن ایک جگہ چوک گیا۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ اگر اسے اس آدمی کی اصلیت کا علم ہوتا تو وہ اسے کبھی جان سے نہ مارتا''۔

''تم پھر بہکنے لگے... مجھے اس آدمی کے متعلق تفصیل سے بتاؤ''۔

''اوہ اچھا... صفدر اِن قبائلیوں کی تلاش میں تھا جن کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ اتفاقاً ایک دن ایک آدمی سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ اس نے اس پر فائر کر دیا، بہر حال دونوں کے درمیان بڑی خوں آشام جنگ ہوئی صفدر نے اسے مار ڈالا مرنے والے کے پاس سے یہ توپ اور چند کاغذات برآمد ہوئے تھے جو اس نے میرے سپرد کر دیئے۔ اس نے مجھے ٹرانسمیٹر پر اس واقعے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ وہاں ٹھہر سکے لہٰذا میں نے اسے واپس بلالیا۔ اب سوچ رہا ہوں کہ کسی اور کو بھیجوں''۔

مگر یہاں ان سبھوں کی موجودگی کی کیا وجہ ہے''۔

''صفدر کو میں نے ایک ماہ پہلے بھیجا تھا۔ لیکن خود میں بھی یہاں کام کرتا رہا ہوں۔ میں نے چند مزید ایسے آدمیوں کا پتہ لگایا ہے۔ جن کے بازوؤں پر توپ کی تصویر موجود ہے اور وہ آج کل یہاں شکار کھیل رہے ہیں''۔

''اوہ... اور یہ پیتل کی توپ''۔

''ہوسکتا ہے کہ یہ بھی نشان ہی کے طور پر استعمال کی جاتی ہو''۔ عمران نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

''مگر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ مسلح بغاوت ہی کرانا چاہتے ہیں''۔

''ارے تو کیا پھر وہ ان رائفلوں کو تل کر کھائیں گے۔ آخر تم بعض اوقات عقلمندوں کی سی باتیں کیوں کرنے لگتی ہو''۔

دفعتاً عمران چونک کر خیمے کی در کی طرف مڑا کوئی باہر موجود تھا۔ اس نے جھپٹ کر پردہ اٹھا دیا۔ ایک طویل قامت آدمی اس کے سامنے کھڑا تھا۔

''فرمایئے... جج جناب''۔ عمران ہکلایا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے وہ اس کے تن و توش سے مرعوب ہوگیا ہو۔

اب اس کے چہرے پر حماقت کے آثار بھی نظر آنے لگے تھے۔

''میں آپ کا پرمٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا چپراسی نے آپ کو اس کی اطلاع نہیں دی تھی''۔

''اوہ... چپ... چپ راسی۔ عمران مڑ کر روشی کی طرف دیکھنے لگا اور روشی آگے بڑھ کر بولی۔ جی ہاں چپراسی نے اطلاع دی تھی لیکن ہمیں آپ کا آفس نہیں معلوم تھا''۔

''خیر کوئی بات نہیں''۔ وہ آدمی مسکرایا۔ ''میں خود ہی حاضر ہوگیا''۔

''مگر ہم شکاری کب ہیں'' روشی اٹھلائی۔ ''کیا یہ ضروری ہے کہ یہاں سب شکار ہی کھیلنے کی غرض سے آئیں''۔

''اوہ... معاف کیجئے گا۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہاں آنے والے عموماً اسی غرض سے آتے ہیں''۔

''تو ہم نہیں آئے اس غرض سے۔ کیا اس غرض سے نہ آنا کوئی جرم ہے۔''

''ہرگز نہیں... ہرگز نہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں''۔ وہ جانے کے لئے مڑا۔

روشی ایک ہلکے سے قہقہے کے ساتھ بولی۔ ''ٹھہریئے اب آئے ہیں تو دیکھتے ہی جایئے''۔

وہ رک گیا اس کے ہونٹوں پر جھینپی ہوئی مسکراہٹ تھی۔ روشی نے پرمٹ اسے دکھایا۔

''شکریہ''۔ اس نے روشی کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا اور عمران سے مصافحہ کر کے رخصت ہوگیا۔

عمران روشی کی طرف مڑ کر آہستہ سے بولا۔ ''اس کی صلاحیت جولیا میں نہیں ہے''۔

''مگر یہ کیا حماقت ہے کہ تم اپنے سارے احکامات اسی کے ذریعے دوسروں تک پہنچاتے ہو۔ اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ تمہارے بعد اسی کی حیثیت ہے''۔

''یقیناً... بات دراصل یہ ہے کہ میرے ماتحت اپنوں میں سے کسی کی برتری ہرگز نہ تسلیم کرتے۔ لیکن وہ جولیا کی برتری کے خلاف کبھی آواز نہیں اٹھاتے''۔

''اور تمہیں بحیثیت عمران تو چٹکیوں میں اڑاتے رہتے ہیں''۔

''لیکن بحیثیت ایکس ٹو''۔ عمران مسکرایا۔

''بحیثیت ایکس ٹو بھی وہ تم سے متنفر ضرور ہیں''۔

''سب نہیں۔ صرف ایک آدمی تنویر''۔

''آخر وہ کیوں متنفر ہے تم سے''۔

''کیوں کہ جولیا شاید ایکس ٹو سے حماقت کرنے لگی ہے''۔

''لیکن ایکس ٹو مجسم حماقت ہے''۔ روشی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

''بس ختم کرو تم بہت دیر سے مجھے بُرا بھلا کہہ رہی ہو۔ اب میں ان کاغذات کو دیکھنا چاہتا ہوں''۔

اس نے کاغذات کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ بیساختہ اچھل پڑا اس کی جیب میں سیٹی سی بجی تھی۔ جس کی آواز روشی نے بھی سنی۔

وہ دونوں حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

’’لیکن عمران نے جلد ہی وہ جیب خالی کردی۔ ساری چیزیں زمین پر گریں اور وہ انہیں آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ یہ وہی کاغذات تھے اور وہی پیتل کی توپ جو کچھ دیر پہلے صفدر سے ملے تھے۔

اچانک عمران توپ کو اٹھا کر اپنے چہرے کے برابر لایا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے دہانے کے سوراخ میں مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں۔ دوسرے ہی لمحے میں توپ کا دہانہ اس کے کان سے جالگا۔

اور اب وہ صاف سن رہا تھا۔ دہانے کے سوراخ سے آواز آرہی تھی ’’گن تھرٹی تھری... گن تھرٹی تھری... تم جواب کیوں نہیں دیتے‘‘۔

’’گن تھرٹی تھری... گن تھرٹی تھری‘‘۔

روشی عمران کو برابر گھورے جارہی تھی۔ عمران نے توپ کا دہانہ اس کے کان سے لگا دیا۔ اور اس کی آنکھیں اور زیادہ پھیل گئیں۔

پھر فوراً ہی دہانہ عمران کے کان سے آلگا آواز اب بھی آرہی تھی۔ ’’گن تھرٹی تھری اگر تم نے ایک گھنٹے بعد جواب نہ دیا تو... یہ سمجھ لیا جائے گا کہ تم کسی حادثے کا شکار ہوگئے‘‘۔

اس کے بعد ہی پھر سیٹی کی آواز آئی، جو اتنی تیز تھی کہ روشی نے بھی سنی۔

عمران نے کان سے دہانہ ہٹا لیا۔ اب کسی قسم کی آواز نہیں آرہی تھی۔

’’ٹرانسمیٹر‘‘۔ عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔

’’لاؤ دیکھوں‘‘۔ روشی نے پیتل کی ننھی سی توپ اسکے ہاتھ سے لے لی وہ اسے الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔

’’تم جواب میں کچھ بولے کیوں نہیں تھے‘‘۔ روشی نے آہستہ سے کہا۔

’’کہاں بولتا۔ کس طرح بولتا۔ نہیں یہ ایک زبردست غلطی ہوتی۔ گن تھرٹی تھری کیا بلا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اس آدمی کا نمبر شناخت رہا ہو۔ جس کے پاس یہ ٹرانسمیٹر تھا۔ جدید ترین، روشی، میرا دعویٰ ہے کہ یہ ٹرانسمیٹر ایٹمی بیٹری سے چلتا ہے... اور ایٹم کا استعمال کئی ملکوں نے شروع کردیا ہے‘‘۔

’’گن تھرٹی تھری‘‘۔ روشی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ’’اگر تھرٹی تھری اس کی شناخت کا نمبر تھا تو یقیناً اِن لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی‘‘۔

’’ٹھہرو...‘‘ عمران اپنا داہنا گال کھجاتا ہوا بولا۔ ’’تم یا تو تفریح کے لئے باہر نکل جاؤ... یا یہیں بیٹھو لیکن تمہیں فرض کرلینا پڑے گا کہ تم اندھی گونگی اور بہری ہو... میں کام کرنا چاہتا ہوں‘‘۔

’’تم تنہا رہ کر کام چوپٹ کروگے‘‘۔ روشی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ’’تم کیا کام کرنا چاہتے ہو‘‘۔

’’اس ٹرانسمیٹر کا تفصیلی جائزہ لوں گا‘‘۔

’’یہ تم میری موجودگی میں بھی کرسکتے ہو‘‘۔

’’یہی تو مصیبت ہے کہ نہیں کرسکتا‘‘۔

’’میں یہاں سے نہیں جاؤں گی‘‘۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اس نے وہ کاغذات زمین سے اٹھائے اور انہیں دیکھنے لگا۔ تحریر انگریزی میں تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے مختلف اوقات میں موصول ہونے والے پیغامات نوٹ کئے ہوں۔ مثلاً ’’چھ ترپن... گن فورٹین کی اطلاع کے مطابق روانگی ہوچکی ہے۔ آٹھ تیس... گن فورٹین ...وعدہ کے مطابق نہیں بولا... نو تیس پھر گن فورٹین سے اطلاع ملی کہ... گن ففٹی سکس کامیاب نہیں ہوسکا‘‘۔

اس قسم کی اطلاعات سے تین چار صفحات بھرے ہوئے تھے۔ عمران نے کاغذات کو تہہ کر کے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا اور اب اس کی توجہ توپ نما ٹرانسمیٹر کی طرف مبذول ہوگئی تھی۔ روشی خاموش بیٹھی رہی۔

5

جولیانا فنٹز واٹر پیچ وتاب کھا رہی تھی... عمران کی آمد کا مقصد یہ تھا کہ اب ان کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں رہے گی۔ اس پر سے ستم یہ کہ روشی بھی اس کے ساتھ آئی تھی۔ جولیا نے سوچا کہ یہ موقع بھی بہتر ہے کیوں نہ ایکس ٹو کو کم از کم روشی ہی کے خلاف بھڑکا دیا جائے۔ وہ تھوڑی دیر تک اس کے متعلق سوچتی رہی پھر صندوق سے ٹرانسمیٹر نکالنے کے لئے اٹھی ہی تھی کہ خیمے کے باہر عمران نظر آیا۔ جولیا پھر بیٹھ گئی۔ عمران تنہا تھا۔ وہ جولیا سے اجازت حاصل کئے بغیر اندر آگیا۔

’’تم واپس جاؤ‘‘۔ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ’’اور باہر رک کر مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرو‘‘۔

’’شاید میں غلطی سے یہاں چلا آیا ہوں‘‘۔

وہ واپسی کے لئے مڑا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت تنویر خیمے میں داخل ہوا اور عمران کو دیکھ کر ایسا منہ بنایا جیسے اس نے جولیا کے جسم پر بچھوے رینگتے ہوئے دیکھ لئے ہوں۔

’’ساما لیکم...‘‘ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے سلام کیا۔

’’صفدر کہاں ہے‘‘۔ تنویر نے گونجیلی آواز میں جولیا سے پوچھا۔

’’کیوں‘‘۔ جولیا کی پیشانی پر شکنیں پڑگئیں۔

’’کیا یہ ضروری ہے کہ وجہ بھی بتائی جائے‘‘۔

’’یقیناً‘‘۔

’’میں اس سے پوچھوں گا کہ لوگ یہاں کیوں جھونکے گئے ہیں‘‘۔

’’اور وہ تمہیں بتادے گا‘‘۔ دفعتاً عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

’’اس کے فرشتے بھی بتائیں گے‘‘۔ تنویر غصیلی آواز میں بولا۔

’’تنویر‘‘۔ یک بیک عمران کا لہجہ بدل گیا۔ ’’اپنے خیمے میں واپس جاؤ میں ایکس ٹو کے نائب کی حیثیت سے تمہیں

حکم دیتا ہوں‘‘۔

‘‘اپنا لہجہ درست کرو’’۔ تنویر سانپ کی طرح پھپھکارا۔

‘‘جولیا دروازے کا پردہ گرادو’’۔ عمران نے جولیا کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ جولیا کانپ گئی۔ اس وقت عمران میں اسے شکرال کے عمران کی جھلکیاں نظر آرہی تھیں۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پردہ گرا دیا اور پھر اپنی کرسی پر واپس آ گئی۔

‘‘کیا تم اپنے خیمے میں واپس نہیں جاؤ گے’’۔ عمران نے تنویر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

‘‘نہیں’’۔ تنویر بھی دانت پیستا ہوا اسے گھور رہا تھا۔

‘‘اچھا تو تنویر... نہ میں معطل کرتا ہوں اور نہ برخاست کرتا ہوں لیکن میڈیکل گراؤنڈ پر کم از کم چھ ماہ کی چھٹی ضرور دلوا دیتا ہوں’’۔ عمران نے کہا اور اپنا کوٹ اتار کر ایک طرف ڈال دیا۔

‘‘ارے... ارے... یہ کیا’’ جولیا بوکھلا کر اٹھی۔

‘‘خاموش بیٹھو’’۔ عمران غرایا۔

‘‘تم اس سے بدتمیزی نہیں کر سکتے’’۔ تنویر کہہ کر عمران پر جھپٹ پڑا لیکن اسے حسرت ہی رہ گئی کہ اس کا گھونسہ عمران کے جبڑے پر پڑا ہوتا۔ کیونکہ عمران نے بجلی کی سرعت سے اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر مروڑ دیا تھا اور اس کا یہ فعل اتنا غیر متوقع تھا کہ تنویر کو سنبھلنے کی مہلت نہ ملی وہ بے اختیارانہ انداز میں اس کی طرف پشت کر کے جھکتا چلا گیا۔ دفعتاً عمران نے اس کے شانوں کے درمیان گردن کے نیچے ایک زوردار گھونسہ رسید کیا اور تنویر منہ کے بل نیچے چلا گیا۔

جولیا کرسی پر پڑی کانپ رہی تھی اور تنویر زمین پر اوندھا پڑا اس طرح ہاتھ پیر پھینک رہا تھا جیسے اس کی ریڑھ کی ہڈی کی کوئی گرہ اپنی جگہ سے کھسک گئی ہو۔

وہ چند لمحے اسی طرح ہاتھ پیر پھینکتا رہا پھر ساکت ہوگیا۔

‘‘ارے... کک... کیا... تم نے اسے... مم... مار ڈالا’’۔ جولیا کانپتی ہوئی ہکلائی۔

‘‘نہیں، صرف ایک ماہ کی چھٹی کی سفارش کی ہے۔ تقریباً ایک یا ڈیڑھ گھنٹے بعد ہوش میں آئے گا۔ صفدر کو تیز بخار ہے اس کا بستر بھی اسی کے برابر لگوا دینا۔ پھر یہ اس سے پوچھ لے گا کہ تم لوگوں کو یہاں کیوں جھونکا گیا ہے’’۔

وہ اپنا کوٹ اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھا اور پھر پردہ اٹھا کر باہر نکلتے نکلتے رک گیا۔

‘‘آج رات کو تم اسی خیمے کے سامنے باہر ناچو گی چوہان اکارڈین بجائے گا اور تم دونوں پر بہت زیادہ نشے کی سی کیفیت طاری ہوگی’’۔ اس نے جولیا کی طرف مڑ کر کہا اور باہر چلا گیا۔

جولیا چند لمحے کرسی پر بے حس و حرکت پڑی رہی پھر اٹھ کر تنویر کے پاس آئی جو بیہوش پڑا گہری سانسیں لے رہا تھا۔ وہ کچھ دیر تک جھکی اسے دیکھتی اور پلکیں جھپکاتی رہی پھر پاگلوں کی طرح اپنے خیمے سے نکل کر کیپٹن خاور کے خیمے کی طرف بھاگی۔

خیمے میں خاور اور چوہان موجود تھے۔ جولیا کو اس حال میں دیکھ کر وہ بھی بوکھلا گئے۔

‘‘تنویر بے ہوش ہوگیا ہے’’۔ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

‘‘کیوں... کیسے’’۔ دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

‘‘بس باتیں کرتے... کرتے... گرا اور بیہوش ہوگیا’’۔

‘‘کہاں’’۔

‘‘میرے خیمے میں۔ اسے وہاں سے اٹھاؤ’’۔

وہ دونوں اس کے ساتھ خیمے میں آئے اور پھر تنویر کی بیہوشی کے اسباب موضوع بحث بن گئے۔ لیکن جولیا نے انہیں صحیح بات نہیں بتائی ہوسکتا ہے وہ تنویر کو شرمندہ نہ کرنا چاہتی رہی ہو۔

☆☆

جولیا کے خیمے کے سامنے اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ اکارڈین کی آواز رات کے سناٹے میں دور دور تک پھیل رہی تھی۔ چوہان واقعی اچھا اکارڈین بجا رہا تھا اور جولیا جھوم جھوم کر ناچ رہی تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دونوں بہت زیادہ نشے میں ہوں۔

حالانکہ وہ ایک چاندنی رات تھی لیکن پھر بھی شکاریوں نے زیادہ لطف اندوز ہونے کے لئے مشعلیں روشن کر لی تھیں۔

کبھی کبھی چوہان اور جولیا چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو بُرا بھلا بھی کہنے لگتے مفت کا تماشہ تھا لوگ بے حد دلچسپی لے رہے تھے اور ان لوگوں کو بتا رہے تھے کہ ناچ کیسے شروع ہوا تھا۔ جنہیں اس کا علم نہیں تھا۔ بہت کم لوگ جانتے تھے کہ پہلے دونوں میں بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ غالباً ناچنے اور ساز بجانے کے متعلق کسی بحث پر بات بڑھ گئی تھی۔ دیکھنے والوں کے خیال کے مطابق دونوں نشے میں دھت تھے۔ بات بڑھی اور چوہان اکارڈین لایا اور جولیا اسے بُرا بھلا کہتی ہوئی ناچنے لگی۔

بھیڑ بڑھتی گئی۔ شاید ہی کیمپ کا کوئی شکاری وہاں نہ پہنچا ہو عمران اور بلیک زیرو بھی قریب ہی موجود تھے۔ عمران کے ہاتھ میں مشعل تھی اور بلیک زیرو میک اپ میں تھا۔

دفعتاً بلیک زیرو کے آگے کھڑے ہوئے ایک شکاری نے پلٹ کر غصیلے لہجے میں کہا۔ ‘‘اندھا ہوگیا اوپر چڑھے آرہے ہو’’۔

‘‘تم خود اندھے ہو۔ زبان سنبھال کر بات کرو’’۔ بلیک زیرو بھی بگڑ گیا۔

‘‘شٹ اپ’’ شکاری چیخا اور بلیک زیرو نے اس کے تھپڑ رسید کر دیا بس پھر کیا تھا دونوں گتھ گئے۔ بلیک زیرو نے پہلے ہی جھٹکے میں اس کی قمیص پھاڑ دی۔ پھر دوسری بار اس کا ہاتھ اس کی داہنی آستین پر پڑا اور وہ شانے سے الگ ہو کر

زمین پر آ رہی۔

عمران نے مشعل بلند کی اتنے میں شکاری کے کئی حمایتی بھی بیچ میں پڑے۔ لیکن اب بلیک زیرو وہاں کہاں تھا وہ اتنی پھرتی اور چالاکی سے شکاریوں کے نرغے سے نکلا تھا کہ عمران متحیر رہ گیا تھا۔

پھر وہ بھی اس بھیڑ سے دور ہٹتا چلا گیا... کیونکہ اب وہاں ٹھہرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ وہ شکاری کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھ ہی چکا تھا۔

یہ سارا بکھیڑا اسی لئے کیا گیا تھا۔ عمران کو اس شکاری پر شبہ تھا۔ لہٰذا وہ اس کا داہنا بازو دیکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت اس نے نہ صرف اس کا داہنا بازو دیکھ لیا۔ بلکہ اس کے حمایتوں سے واقف بھی ہو گیا تھا۔

ایک طرف پٹا ہوا شکاری چیختا چنگھاڑتا رہا اور دوسری طرف جولیا جھوم جھوم کر ناچتی رہی چوہان اکارڈین بجاتا ہوا چیخ چیخ کر کہتا رہا۔ "اے شور مت مچاؤ سنو کیسا بجا رہا ہوں دیکھو وہ کیسا ناچ رہی ہے۔ خدا کے لئے فیصلہ کرو۔ کیا اس کے پیر اکارڈین کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ہاہا یہ اس رفتار سے نہیں ناچ سکتی ہاہا... ہوہو... ہی ہی... ٹا رارم... ٹا رارم... ٹارم ...ٹا را رارم..."۔

6

دوسرے دن صبح روشی پھر عمران سے الجھ پڑی۔ اسے یہ تو معلوم ہی تھا کہ رات وہ ڈرامہ کس لئے اسٹیج کیا گیا تھا۔ لیکن اس سے بے خبر تھی کہ تنویر کی مرمت کیوں کی گئی تھی۔ اس سے پہلے اس نے کبھی عمران پر اتنی درندگی سوار نہیں دیکھی تھی نہ وہ آج کل تفریحی گفتگو کرتا تھا اور نہ اس کے چہرے پر حماقت ہی طاری رہتی تھی۔ البتہ جب وہ خیمے سے باہر نکلتا تھا تب تو ضرور اس کے چہرے سے حماقت برسنے لگتی تھی اور دوسرے شکاری روشی کو ایک احمق کی محبوبہ یا بیوی سمجھ کر اس سے قریب ہونے کی کوشش کرتے تھے۔

"تمہیں بتانا پڑے گا کہ تم نے بے بیچارے کو کیوں مارا"۔ روشی نے کہا۔

"بیچارے تنویر کو اگر میں بے کار نہ کر دیتا تو پچھلی رات اتنا شاندار ڈرامہ کبھی نہ ہو سکتا۔ وہ جولیا کو کبھی اس طرح نہ ناچنے دیتا۔ شاید ایکس ٹو کی راہ میں بھی روڑے اٹکانے کی کوشش کرتا۔ تم نہیں جانتیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ جولیا پر بُری طرح مرتا ہے۔ لیکن کسی طرح مر بھی نہیں چکتا"۔

"اگر وہ احکامات کی تعمیل نہیں کرتا تو اسے الگ کر دو"۔

"یہ ناممکن ہے۔ ناشاد اور کیپٹن جعفری ملٹری کی سیکرٹ سروس سے آئے تھے اور پھر وہیں واپس چلے گئے لیکن تنویر کو الگ کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایکس ٹو کا راز افشا ہو جائے۔ اس کی واپسی کسی دوسرے محکمہ میں نہ ہو گی اور پھر یوں بھی اسے میں علاحدہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ کام کا آدمی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب میرا کام چل ہی رہا ہے تو پھر کسی قسم کی تبدیلی کی کیا ضرورت ہے۔ جس حرکت سے میں اسے باز رکھنا چاہتا تھا اس سے وہ اچھی طرح باز رہا"۔

"مجھے یقین ہے کہ تم آہستہ آہستہ پاگل ہوتے جا رہے ہو"۔

عمران کچھ نہ بولا۔

روشی کہتی رہی۔ "میں نے معلوم کیا ہے تنویر سچ مچ اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہے"۔

"وقتی اعصابی اختلال"۔ عمران آہستہ سے بولا۔ "وہ ایک ہفتہ سے زیادہ اس حالت میں نہیں رہے گا"۔

دفعتاً وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اسکے کوٹ کی اندرونی جیب سے سیٹی کی آواز آئی تھی۔ یہ اس توپ نما ٹرانسمیٹر کا اشارہ تھا۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر روشی کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ٹرانسمیٹر جیب سے نکال کر کان سے لگا لیا۔

آواز آ رہی تھی... "ہیلو... تھرٹی تھری... تھرٹی تھری، اُوور"۔

عمران نے اُسے کان سے ہٹا کر منہ کے قریب لاتے ہوئے کھانسنا شروع کیا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یس... تھرٹی تھری اسپیکنگ اوور"۔

"تم اب کیسے ہو... اوور..."

"ابھی تک میں ٹھیک نہیں ہو سکا... اُوور..." عمران نے جواب دیا۔

"کہیں سے کوئی اطلاع ملی ہے... اُوور"

"ہاں... ایٹی نائن مطمئن ہے... اُوور..."

"اُوور... اینڈ آل..."

عمران نے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا۔

روشی اسے چند لمحے گھورتی رہی پھر بولی۔ "تم نے یہ تو شروع کر دیا ہے لیکن ان کے متعلق تمہاری معلومات زیادہ نہیں ہیں"۔

"ہوں"۔ عمران کچھ سوچ رہا تھا۔

روشی نے کہا۔ "تم نے پچھلی رات اس شکاری کا راز معلوم کر لیا... اب کیا کرو گے"۔

"تمہاری اس سے شادی کروں گا"۔ عمران جھلا گیا۔

"تم اتنے چڑچڑے تو نہیں تھے"۔

"نہیں تھا تو مجھے اس سے کیا فائدہ تھا اور اگر اب ہو گیا ہوں تو اس سے کیا نقصان ہے"۔

"آہا" روشی ہنس پڑی۔ "عقلمند ہوتے جا رہے ہو"۔

عمران کچھ کہنے کے بجائے باہر چلا گیا۔ روشی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر وہ بھی خیمے سے نکل آئی۔ ابھی دھوپ اچھی طرح نہیں پھیلی تھی ویسے صبح ہی سے آسمان صاف نہیں تھا۔ اکثر سفید بادلوں کے جھنڈ کے جھنڈ سورج کے

سامنے آجاتے اور دھوپ غائب ہو جاتی۔

رات کے ہنگامے کا اثر اب بھی فضا میں موجود تھا۔ پٹے ہوئے شکاری کے ساتھی جھگڑا کرنے والے کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے مگر اب وہ کہاں ملتا۔ اب اس کے چہرے پر داڑھی کہاں تھی۔ ویسے وہ اب بھی خیمے میں موجود تھا اور کئی بار آسمان کا رنگ دیکھنے کے لئے باہر بھی نکلا تھا۔

روشی... سے بھی ان میں سے ایک نے پوچھا۔ ''کیا آپ بھی کسی داڑھی والے سے واقف ہیں''۔

''واہ'' روشی مسکرا کر بولی۔ ''ہزاروں سے واقف ہوں۔ خود میرے پاپا بھی داڑھی رکھتے تھے''۔

وہ لوگ ہنسنے لگے اور اسی آدمی نے کہا۔ ''میرا مطلب تھا کہ یہاں آپ نے کسی داڑھی والے کو تو نہیں دیکھا''۔

''نہیں مجھے اب تک کوئی نہیں دکھائی دیا۔ کیوں؟''

''کیا آپ کو پچھلی رات والے ہنگامے کا علم نہیں''۔

''اوہ، اوہ... تو کیا وہ کوئی داڑھی والا تھا''۔

''جی ہاں''۔

''اور آپ اس کو اس وقت یہاں تلاش کر رہے ہیں''۔

''یقیناً کیونکہ ہمیں ابھی تک کوئی خیمہ خالی نہیں ملا''۔

''میرا خیال ہے کہ... بعض خیموں میں کئی آدمی رہتے ہیں''۔

''جی ہاں''۔

''ہو سکتا ہے وہ کسی ایسے ہی خیمے سے تعلق رکھتا ہو اور اب چپ چاپ یہاں سے چلا گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کے ساتھی آپ کو کچھ بتانے سے رہے۔ ارے واہ... مگر اسے جانے کی کیا ضرورت ہے کیا داڑھی کے علاوہ کوئی اور بھی پہچان ہے۔ آپ کے پاس''۔

''نہیں''۔

''تب تو آپ لوگ نشے میں معلوم ہوتے ہیں''۔ روشی اٹھلائی۔

''کیوں۔ کیوں؟''

''ارے۔ اس نے اپنی داڑھی صاف کردی ہوگی اور اس وقت نہایت اطمینان سے آپ کو یقین دلا رہا ہوگا کہ نہیں صاحب میری نظروں سے تو آج تک کوئی داڑھی والا گزرا ہی نہیں''۔

وہ آدمی خفیف ہوگیا اور دوسرے ہنسنے لگے۔ حتیٰ کہ پٹنے والا بھی ہنس رہا تھا اور وہ پانچوں ہی روشی میں بے حد دلچسپی لے رہے تھے۔

''ہو سکتا ہے''۔ روشی چہک کر بولی۔ ''وہ اس وقت آپ ہی میں موجود ہو اور اس نے داڑھی والے کو تلاش کرنے

کے سلسلے میں اپنی خدمات پیش کی ہوں''۔

''جی نہیں۔ ہم ایک دوسرے کو عرصے سے جانتے ہیں۔ مگر آپ بہت ذہین معلوم ہوتی ہیں''۔

''ارے نہیں''۔ روشی ہنسنے لگی۔

وہ ایک شاندار ایکٹریس تھی اور اس وقت کسی ایسی عورت کا رول ادا کر رہی تھی جسے مردوں کے سامنے اپنے ذہن وجسم پر قابو نہ رہ جاتا ہو۔

''نہیں آپ بے حد ذہین ہیں اور کیا''۔

''اوہ دیکھئے''۔ یک بیک روشی سنجیدہ ہوگئی۔ ''میرا شوہر آرہا ہے وہ ایک احمق اور بدگمان آدمی ہے۔ آپ محتاط رہیں تو بہتر ہے''۔

اس کے بعد وہ بلند آواز میں کہنے لگی۔ ''جی نہیں میں نے خیمے کے آس پاس تو کسی بھی داڑھی والے کو نہیں دیکھا''۔

عمران قریب پہنچ گیا تھا اور اس کے چہرے پر وہی قدیم حماقت اٹھکیلیاں کرتی پھر رہی تھی۔

''کک... کیا بات ہے''۔ اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں روشی سے پوچھا۔

''کچھ نہیں ڈیر''۔ روشی نے متحیرانہ آواز میں کہا۔ ''یہ لوگ اسی آدمی کی تلاش میں ہیں جس نے پچھلی رات یہاں ہنگامہ کرایا تھا''۔

''اوہ... مم... مگر ہم کیا جانیں''۔

''مائی ڈیئر''۔ روشی آنکھیں نکال کر اور انگلی نچا کر بولی۔ ''ہر وقت فلسفیوں کی طرح نہ سوچا کرو یہ شریف آدمی کب کہتے ہیں کہ وہ میرا ماموں یا تمہارا چچا تھا''۔

''پھر کیا بات ہے''۔ عمران نے ان لوگوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں یہ صرف اتنا پوچھ رہے تھے کہ میں نے اپنے خیمے کے آس پاس کوئی داڑھی والا تو نہیں دیکھا''۔

''دیکھا تھا تم نے؟'' عمران نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

''نہیں''۔

''بس تو پھر آپ لوگ جائیے''۔ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''انہوں نے نہیں دیکھا تھا''۔

''آپ نے تو نہیں دیکھا تھا''۔ ایک آدمی نے مسکرا کر پوچھا جس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

''میں کیوں بتاؤں''۔

''اوہ.. ڈیئر... روشی اسے چمکار کر بولی۔ ''بتا دو اگر دیکھا ہو''۔

''نہیں دیکھا تھا''۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''مگر میں یہ صرف تمہیں بتا رہا ہوں''۔

''نہیں جناب''۔ روشی ان لوگوں سے بولی۔ ''مجھے یقین ہے کہ انہوں نے نہ دیکھا ہوگا ورنہ مجھے ضرور بتا دیتے''۔

وہ لوگ آگے بڑھ گئے اور روشی عمران کے پیچھے چلنے لگی۔ ایک جگہ اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ لوگ بھی مڑ مڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔ روشی ہنسی اور ان کے لئے ہاتھ ہلایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سب کچھ عمران سے چھپا رہی ہو۔

عمران خیمے کے قریب پہنچ کر اس کی طرف مڑا اور آہستہ سے بولا۔

’’تم بہت اچھی جا رہی ہو، غالباً تم نے ان پر یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ میں نہ صرف تمہارا شوہر ہوں بلکہ بالکل اُلو کا پٹھا بھی ہوں‘‘۔

’’تم اپنے متعلق بالکل صحیح رائے رکھتے ہو۔ مجھے یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی‘‘۔ روشی مسکرائی۔

’’ہاں، لیکن تم اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ کبھی گواہ کی حیثیت سے عدالت میں نہ پیش ہو سکیں گے‘‘۔

’’کیا مطلب‘‘۔

’’یہی کہ ممکن ہے کبھی تم قانونی حیثیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگو کہ میں اُلو کا پٹھا تمہارا شوہر بھی ہوں‘‘۔

’’اوہو تو کیا میں نے انہیں یہ باور کرا کے غلطی کی ہے‘‘۔

’’نہیں تو... مجھے تو ہمیشہ اس کا اعتراف ہی رہا ہے کہ تم ایک ذہین عورت ہو‘‘۔

’’اب مجھے کیا کرنا ہوگا‘‘۔

’’وہی جو تم کرنا چاہتی ہو‘‘۔ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

’’میں انہیں اپنے اعتماد میں لینا چاہتی ہوں‘‘۔

’’فی الحال اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں ہے‘‘۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ اور وہ دونوں خیمے کے اندر چلے گئے۔

☆☆

تنویر آنکھیں بند کئے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ جولیا نے اسے آواز دی اس کے ہاتھ ہی میں کافی کی پیالی تھی۔ تنویر نے آنکھیں کھول دیں۔

’’اوہ شکریہ‘‘۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ بیٹھ تو گیا لیکن شاید کراہوں کا روکنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

جولیا نے اُسے کافی کی پیالی دی اور آہستہ سے بولی۔ ’’میں نے انہیں اصل واقعہ نہیں بتایا تھا۔ یہ کہہ دیا تھا کہ تم گفتگو کرتے کرتے اچانک بیہوش ہو گئے تھے‘‘۔

’’مگر میں اسے چھپانا نہیں چاہتا‘‘۔ تنویر پھر مسکرایا۔ ’’یہ محض اتفاق تھا کہ ایسا ہو گیا۔ ورنہ میں اس کی ہڈیاں چور کر دیتا۔ میں نے دراصل کسی چیز سے ٹھوکر کھائی تھی ورنہ اس کے فرشتے بھی میرا ہاتھ نہ پکڑ سکتے خیر اب تم مجھے ٹھیک ہو

لینے دو۔ پھر دیکھنا‘‘۔

جولیا کچھ نہ بولی۔ صرف اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے وہ خود بھی عمران کا بُرا انجام دیکھنے کی متمنی ہو۔ ویسے حقیقت تو یہ تھی کہ وہ تنویر کی بکواس سن کر دل ہی دل میں ہنس پڑی تھی۔

تنویر خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ پھر پیالی اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ’’پچھلی رات کیا ہوا تھا۔ میں نے سنا ہے کہ عمران نے تمہیں ناچنے اور چوہان کو اکارڈین بجانے پر مجبور کیا تھا‘‘۔

’’تم نے غلط نہیں سنا‘‘۔

’’آخر وہ کیا بیہودگی تھی اگر میں ٹھیک ہوتا تو کیا وہ ایسا کر سکتا تھا‘‘۔

’’میرا خیال ہے اس کی ذمہ داری براہ راست ایکس ٹو پر عائد ہوتی ہے‘‘۔ جولیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ’’ورنہ عمران اس کی جرأت ہرگز نہیں کر سکتا کہ مجھے اس طرح کسی کام پر مجبور کرے‘‘۔

’’ایکس ٹو ناانصاف، ضدی اور عاقبت نااندیش ہے‘‘۔ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

’’میں تو اسے کبھی برداشت نہ کروں گا کہ عمران ایک آفیسر کی حیثیت سے ہمارے سروں پر مسلط کیا جائے‘‘۔

’’یہ نہ کہو تنویر کیا تم نے شکرال میں عمران کی برتری تسلیم نہیں کی تھی‘‘۔

’’اوہو وہ اور بات تھی۔ ہمارے ساتھ مجبوری یہ تھی کہ ہم شکرالی نہیں بول سکتے تھے۔ مگر نہیں ہم میں ایک ایسا نہیں تھا۔ صفدر مگر وہ سو فیصدی عمران کا آدمی تھا... ویسے میں صرف اپنے لئے دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر مجھے شکرالی بولنی آتی ہوتی تو یہ عمران صاحب بھیک مانگتے رہ جاتے‘‘۔

جولیا کچھ نہ بولی۔ اسے دراصل تنویر کی اس بکواس پر غصہ آ رہا تھا لیکن اس نے اس وقت غصہ ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اب عمران کے متعلق گفتگو ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ تنویر بھی خاموش ہو گیا لیکن جیسے ہی جولیا نے اٹھنا چاہا اس نے کہا۔ ’’بیٹھو خدا کے لئے ذرا دیر اور بیٹھو مجھے بتاؤ کہ پچھلی رات والی حرکت کا مقصد کیا تھا‘‘۔

’’تنویر کیا تم مجھے صفدر کے متعلق کچھ بتا سکو گے کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اس نے کیا چیز عمران کے حوالے کی ہے‘‘۔

’’میں نہیں جانتا‘‘۔

’’پھر تم مجھ سے وہ بات کیوں پوچھ رہے ہو جس کا مجھے علم نہیں ہے‘‘۔

’’میں نے کہا ممکن ہے اس نے تمہیں بتایا ہو‘‘۔

’’وہ کسی کو کچھ نہیں بتاتا‘‘۔ جولیا نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ’’لیکن وہ عورت روشی ہم سب سے زیادہ جانتی ہوگی‘‘۔

’’تم دیکھو نا خود ہمارا آفیسر ہی قوانین کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ آخر ایکس ٹو کسی آدمی کو اس قسم کے کام کیوں سونپتا ہے جس کا رویہ غیر ذمہ دارانہ ہو۔ کیا یہ ہمارے محکمے کے قوانین کے خلاف نہیں ہے کہ کوئی ایسا آدمی ہمارے رازوں میں شریک ہو جو ہم سے کسی قسم کا بھی تعلق نہ رکھتا ہو۔ میرا اشارہ اسی عورت کی طرف ہے‘‘۔

''خیر اب تم آرام کرو''۔ جولیا مسکرائی۔ ''جتنا سوچو گے اتنا ہی تمہیں غصہ آئے گا اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ خالی خالی غصے سے اپنی ہی صحت کو نقصان پہنچتا ہے''۔

''کہہ لو، تم بھی مضحکہ اڑا لو۔ لیکن تم بہت جلد سنو گی کہ میں نے عمران کو قتل کر دیا''۔

جولیا نے اس خیال پر کوئی تبصرہ کئے بغیر کافی کی پیالی اٹھائی اور خیمے سے نکل گئی۔

7

عمران نے رائفل کندھے سے لٹکائی اور باہر نکلنے ہی والا تھا کہ روشی اسے روک کر بولی۔ ''آخر اس معاملے کا اختتام کہاں اور کیسے ہوگا''۔

''کیا تم آج کل اس معاملے کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ رہیں؟''

''ہاں آج کل میرے ذہن میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتا''۔

''تب مجھے یقین ہے کہ تم کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکو گی''۔

''مگر تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا''۔

''دیکھو روشی''۔ عمران ایک طویل سانس لے کر بولا۔ ''میرا اندازہ ہے کہ یہ لوگ ملک میں زہر پھیلا رہے ہیں اور یہ کوئی بہت بڑی تنظیم ہے لہٰذا یا تو کوئی اعلیٰ پیمانے پر اس کے خلاف قدم اٹھایا جائے یا پھر سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اس تنظیم کے سربراہ پر ہاتھ ڈال دیا جائے۔ اعلیٰ پیمانہ کے اقدام کا جہاں تک تعلق ہے وہ ملک اور ملک کی پُر امن فضا کے لئے سود مند ثابت نہ ہوگا کیونکہ اعلیٰ پیمانہ پر کوئی کام شروع کرنے کا یہ مطلب ہے کہ عام آدمی کو بھی اس سازش کا علم ہو جائے لیکن اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ بیسویں صدی کے نصف کے بعد کا ذہن جھنجھلاہٹ کا شکار ہے۔ تم جانتی ہو کہ تخریب پسندی کی بنیاد جھنجھلاہٹ ہی پر ہوتی ہے اور یہ جھنجھلاہٹ تخریب کاری کے لئے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ غیر یقینی حالات نے آدمی کو مستقبل سے مایوس کر دیا ہے لہٰذا وہ ہر چمکدار چیز کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے۔ خواہ وہ آگ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر یہ تنظیم منظر عام پر آ گئی تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جھلائے ہوئے ذہنوں کی ہمدردیاں حاصل کر لے، ظاہر ہے کہ دنیا کی ہر تنظیم اپنے جواز کے لئے بہترین قسم کے دلائل رکھتی ہے۔ اگر وہ دلائل ان جھلائے ہوئے ذہنوں نے تسلیم کر لئے تو جانتی ہو کیا ہوگا؟ پھر یہ ہوگا روشی کہ اس آگ کو بجھانے کے لئے سات سمندر بھی ناکافی ہوں گے۔ لہٰذا میں اس سانپ کو بانبی سے باہر نکلنے سے پہلے ہی کیوں نہ ختم کر دوں... اور اسے ختم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے سر کو کچل دیا جائے۔ یعنی اس تنظیم کے سربراہ کی گردن دبوچ لی جائے''۔

''اوہ... عمران ڈیئر''۔ روشی تحیر آمیز مسرت کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔ ''تم یہ سب کچھ بھی سوچ سکتے ہو''۔

''میں آج کل ہر وقت سنجیدہ رہتا ہوں روشی حقیقتاً میں بہت پریشان ہوں میں چاہتا ہوں کہ یہ زہر عام آدمیوں میں نہ پھیلنے پائے''۔

روشی اُسے حیرت سے دیکھتی رہی اور عمران خیمے سے نکل آیا... آج وہ شکار کے لئے چڑھائی پر جانا چاہتا تھا۔ کیمپ کے خاردار تاروں کے باہر اسے شکاریوں کا مجمع نظر آیا۔ عمران ان کی طرف توجہ دیئے بغیر چلتا رہا۔

''اے ... مسٹر... کیا نام ہے آپ کا''۔ عمران نے کسی کو پکارتے ہوئے سنا اور غیر ارادی طور پر آواز کی طرف مڑ گیا۔

ایک شکاری ہاتھ ہلا کر اسے واپس آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ عمران رک گیا اور وہ شکاری خود ہی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔

''آگے تارک بابا موجود ہے''۔ اس نے کہا۔

''تارک بابا...'' عمران نے احمقانہ انداز میں دہرایا۔ ''یہ کیا ہوتا ہے''۔

''اوہ... وہ جانوروں کا بابا ہے''۔

''میں جانوروں کا خالو ہوں''۔ عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

شکاری ہنس پڑا۔ عمران نے اسے پہچان لیا تھا۔ یہ انہیں شکاریوں میں سے ایک تھا جو کچھ دیر پہلے داڑھی والے کے متعلق روشی سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔

''آپ خواہ مخواہ خفا ہو رہے ہیں''۔ اس نے کہا۔ ''وہ آپ کو آگے نہیں بڑھنے دے گا اور آپ کے قدموں پر گر پڑے گا... دھاڑیں مار مار کر روئے گا''۔

''اچھا''۔ عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

''وہ کہتا ہے کہ خدا نے تمہیں آدمی بنایا ہے۔ بے زبان جانوروں پر رحم کرو''۔

''ارے واہ''۔ عمران نے احمقانہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ پھر سنجیدہ ہو کر آہستہ سے بولا۔ ''میں اس کے قدموں پر گر جاؤں گا اور دھاڑیں مار مار کر روؤں گا اور اس سے کہوں گا کہ میں ایک ایسی عورت کا شوہر ہوں جو مجھے بیوقوف سمجھتی ہے اس لئے مجھے جانور تو کیا خود آدمیوں کو بھی مار دینے کا حق حاصل ہے۔ کیا آپ وہی نہیں ہیں، جو ایک داڑھی والے کو تلاش کر رہے تھے''۔

''جی ہاں، میں وہی ہوں''۔

''اور آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ وہ مجھے کس طرح اُلّو بنا رہی تھی''۔

''نہیں جناب... میں نے تو...''

''آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ آپ نے محسوس کیا تھا اور آپ مسکرا رہے تھے''۔

عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور جانے کے لئے مڑ گیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ پھر مڑا۔ اور شکاری سے بولا۔ ''میں یہاں اپنی جان دینے آیا ہوں تاکہ اس عورت سے پیچھا چھوٹ جائے۔ اگر میں شام تک واپس نہ آؤں تو اسے

بتا دیا جائے گا کہ تیرے گدھے شوہر نے کسی درندے کو کھالیا"۔

شکاری اس طرح خاموش کھڑا تھا جیسے خود اس سے کوئی جرم سرزد ہو گیا۔

پھر عمران آگے بڑھتا چلا گیا۔ بالکل اسی انداز میں جیسے کسی فلم کا ناکام عاشق محبوبہ کی بیوفائی کی تاب نہ لا کر افق کے پار چلے جانے کا عہد کر بیٹھا ہو۔

وہ چلتا رہا حتیٰ کہ کیمپ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ راستہ جس پر وہ چل رہا تھا گھنی جھاڑیوں کے درمیان پیچ و خم کھاتا ہوا چڑھائی تک چلا گیا تھا۔ اچانک ایک جگہ عمران رک گیا۔ کیونکہ اس کے سامنے ایک کیم شحیم بوڑھا آدمی اس انداز میں دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ جیسے اس کا راستہ روک رہا ہو۔ اس کے ٹخنوں سے کمر تک گیروے رنگ کا ایک تہمد لپٹا ہوا تھا اور اوپر کا جسم برہنہ تھا۔ سفید گھنی داڑھی سینے تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ عمر کے اعتبار سے حیرت انگیز طور پر تندرست تھا۔ آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

"خدا کے لئے آگے نہ بڑھو"۔ اس نے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔ "جانوروں پر رحم کرنا سیکھو۔ خدا تم پر رحم کرے گا"۔

"واقعی..." عمران خوش ہو کر بولا۔ اب وہ پھر احمق نظر آنے لگا تھا۔

"ہاں"۔ بوڑھا بھی اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"مگر میں تو جنگل میں خیر سگالی کے مشن پر آیا ہوں"۔ عمران نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"خیر سگالی کا مشن..."۔

"جی ہاں.. یہ رائفل کسی لگڑ بگڑ کو اپنی جماعت کی طرف سے تحفتہً پیش کروں گا"۔

"آپ میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں صاحبزادے"۔ بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔ "آپ میرے منہ پر تھوکئے میرے جسم کو اپنے پیروں تلے کچلئے لیکن میں آپ کو ادھر نہیں جانے دوں گا۔ وہ بے زبان جانور آپ کی بستی میں نہیں جاتے۔ وہ اپنی تفریح کے لئے آپ کا خون نہیں بہاتے"۔

"اسی لئے تو میں جانوروں کی اتنی عزت کرتا ہوں"۔

"لڑکے بہتر یہ ہے کہ میرا مذاق اڑانے کے بجائے میرے منہ پر تھوک دو"۔

"بڑے میاں کیا تمہیں آدمیوں پر رحم نہیں آتا"۔ عمران نے پوچھا۔

"کیوں"۔

"دنیا میں بہتیرے آدمی، آدمیوں سے جانوروں کا سا برتاؤ کرتے ہیں تم انہیں چھوڑ کر جنگل میں کیوں آئے ہو"۔

"کچھ بھی ہو میں آپ کو ہرگز نہ جانے دوں گا"۔ وہ عمران کے پیروں پر گرتا ہوا بولا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت عمران نے ایک چیخ سنی جو اوپر سے آئی تھی... چڑھائی سے جہاں دور تک سدا بہار درخت بکھرے ہوئے تھے۔

"یہ کسی آدمی کی چیخ تھی..." عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں تھی تو..."

"شاید کسی جانور نے اس پر حملہ کیا ہو"۔

"ہو سکتا ہے"۔ بوڑھا آدمی زمین سے اٹھتا ہوا بولا۔

"آیئے دیکھیں"۔

"ہاں... ہاں... مگر آپ کسی جانور پر رائفل نہیں چلائیں گے"۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بوڑھے کو ایک طرف ہٹا کر آگے بڑھ گیا۔ چیخ پھر سنائی دی اور عمران آواز کی طرف دوڑنے لگا۔ اس نے کاندھے سے رائفل اتار کر دوڑتے ہوئے دو ہوائی فائر بھی کئے۔ بوڑھا اس کے پیچھے دوڑتا ہوا چیخ رہا تھا۔

"نہیں، نہیں۔ تم فائر نہیں کرو گے"۔

عمران اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے متعلق یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ کوئی... پڑھا لکھا چالاک آدمی ہے اور شہرت حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی حرکتیں کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ آنے والے انتخاب میں امیدوار کی حیثیت سے کھڑا بھی ہو رہا ہو۔ اس نے اس سے پہلے بھی ایسے بہتیرے تارک اور مہاتما دیکھے تھے اور ان کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ لوگ محض شہرت حاصل کرنے کے لئے بہت وقت برباد کر دیتے ہیں اور "خدمت" کا موقع ان "بیچاروں" کو بہت کم ملتا ہے۔

وہ دوڑتا رہا اور پھر ایک جگہ اسے اس طرح رکنا پڑا کہ اس کے جسم کو جھٹکا سا لگا۔ وہ بہت مشاق آدمی تھا۔ ورنہ گر پڑنے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کسی درخت کے تنے سے ٹکرا جاتا۔

اس سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر ایک آدمی پڑا تڑپ رہا تھا اور اس کے سینے سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔

عمران جھپٹ کر اس کے قریب پہنچا زخمی کے ہونٹ انتہائی کرب کے عالم میں کھلتے اور بند ہوتے رہے۔ دفعتاً اس کے حلق سے ایک لرزا دینے والی چیخ نکلی... یہ تین الفاظ تھے جنہوں نے چیخ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ عمران نے صاف سنا تھا اور ان الفاظ کو سمجھنے میں بھی غلطی نہیں کی تھی۔ زخمی نے چیخنے کے انداز میں "رائی کا پربت" کہا تھا اور یہ اس کی آخری چیخ تھی کیونکہ اس کے بعد ہی اس کا جسم ساکت ہو گیا تھا۔

عمران نے بوڑھے کی طرف دیکھا جو آنکھیں پھاڑے لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ کون ظالم تھا"۔ بوڑھے نے آہستہ سے کہا۔ اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ پھر عمران نے اسے لاش پر گرتے ہوئے دیکھا۔ وہ اس کے منہ پر منہ مل کر کہہ رہا تھا۔ "میرے بچے میرے لال تمہیں کس نے مارا... اے خدا ...اے خدا.. آدمی پر رحم کر... آدمی پر رحم کر میرے معبود۔ اسے انسانیت کی راہ سے نہ بھٹکنے دے"۔

عمران اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ وہ مرنے والے کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ یہ وہی شکاری تھا پچھلی رات بلیک زیرو نے جس کی آستین پھاڑی تھی اور عمران نے مشعل کی روشنی میں جس کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھی تھی۔ اس کے سینے پر کسی دھار دار چیز سے حملہ کیا گیا تھا۔ عمران نے اس کے سینے پر دو زخم دیکھے تھے۔

وہ کافی دیر تک حملہ آور کو تلاش کرتا رہا۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ پھر لاش کی طرف واپس آیا بوڑھا دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے لاش کے قریب دوزانو بیٹھا ہوا تھا۔

اس ماحول میں وہ آج سے ہزاروں سال پہلے کا آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ نیم عریاں گرانڈیل اور فولاد کے بازور کھنے والا اس کی سفید داڑھی سینے پر پھیلی ہوئی تھی۔

عمران نے قریب جا کر آہستہ سے اس کا شانہ چھوا بوڑھے نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں کچھ اور زیادہ سرخ ہو گئی تھیں۔

''کیا یہ آپ کا کوئی عزیز تھا''۔ عمران نے پوچھا۔

''کیا تم میرے عزیز نہیں ہو''۔ بوڑھے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیا آپ پہلے سے اسے جانتے ہیں''۔

''میں ازل ہی سے سب کو جانتا ہوں۔ فرشتوں نے خدا سے میرے متعلق کہا تھا کہ یہ زمین پر بڑا فتنہ فساد برپا کرے گا اور خود میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا''۔

''دیکھو بڑے میاں یہ ایک آدمی کی لاش ہے۔ کسی جانور کی نہیں اس لئے اگر تم اپنا فلسفہ دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھو تو بہتر ہے''۔

''یہ میری لاش ہے۔ یہ تمہاری لاش ہے۔ یہ ساری دنیا کی لاش ہے۔ میرے خدا میں کیا کروں۔ میں کیا کروں میرے مالک تو نے مجھے سڑے ہوئے کیچڑ سے بنایا تھا لیکن میں غرور سے تن گیا تو نے مجھے زمین پر پھینکا تھا مگر میں ہر وقت آسمان پر رہتا ہوں۔ میرے معبود میں کیا کروں''۔

''تم یہ کرو بڑے میاں کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ابھی تھوڑی دیر بعد جھرگ نار کی چوکی کا ہیڈ کانسٹیبل آئے گا اور تم آسمان سے نیچے اتر آؤ گے لہٰذا اگر پہلے ہی اتر آؤ تو کیا حرج ہے۔ ہم دونوں کی مٹی پلید ہونے والی ہے اس لئے تمہیں سڑے ہوئے کیچڑ کا بھی مزہ آ جائے گا''۔

''کیا مطلب۔ میں نہیں سمجھا''۔ بوڑھے نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''یہ لاش صرف میں نے اور تم نے دیکھی ہے۔ لہٰذا پولیس والے ہم دونوں ہی میں سے کسی ایک کو پھانسنے کی کوشش کریں گے''۔

''تو کیا ہوگا... اس سے کیا ہوگا... کیا ساری دنیا کے آدمی پھنس جائیں گے۔ اگر ہم دونوں پھانسی پا جائیں گے تو کیا زندگی ختم ہو جائے گی''۔

''زندگی ختم ہو یا نہ ہو مگر میری نالائق بیوی ضرور بیوہ ہو جائے گی اور میں یہی چاہتا ہوں۔ اچھا اب تم ہی بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے''۔

''مجھ پر اس قتل کا الزام عائد کر دو''۔ بوڑھے نے سنجیدگی سے کہا۔ ''اگر میں تمہیں راہ میں نہ روکتا تو شاید یہ بچ بھی جاتا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ خود ہی چوکی والوں کو بلا کر لاؤں گا۔ ان سے کہوں گا کہ مجھ کو گرفتار کر لو۔ اگر تم اس جھنجھٹ سے بچنا چاہتے ہو تو میں تمہارا نام بھی نہ لوں''۔

''مجھے اس زحمت سے بچالو۔ پیارے بابا''۔ عمران نے گھگھیا کر کہا۔

بچالوں گا، صاف بچالوں گا، خواہ خود پھانسی کے تختے پر پہنچ جاؤں۔ بوڑھے نے کہا اور اچھل کر ڈھلان میں دوڑتا چلا گیا۔ اس عمر میں اس کے پھرتیلے پن اور تیز رفتاری پر عمران عش عش کر رہا تھا۔

اس کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی عمران لاش پر جھک پڑا اور بڑی تیزی سے اس کی جامہ تلاشی لے رہا تھا۔

8

بوڑھے نے عمران کا نام نہیں لیا تھا۔ لیکن عمران پولیس کی تفتیش سے بچ نہ سکا۔ کیونکہ بہتیروں نے عمران کو چڑھائی کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ ہو سکتا ہے اس وقت کچھ شکاری بھی چڑھائی پر رہے ہوں۔ لیکن ان کا نام نہیں آنے پایا۔ خود مقتول کے متعلق اس کے ساتھیوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ اس وقت جنگل میں موجود ہے بوڑھا خود ہی چوکی کے ہیڈ کانسٹیبل کو جائے واردات پر لایا تھا اور اس نے بیان دیا تھا کہ وہ خود ہی اس قتل کا ذمہ دار ہے۔ اگر وہ شکاریوں کو جنگل میں جانے سے نہ روکتا تو شاید وہ آدمی جو اکیلا پڑ گیا تھا اس طرح قتل نہ ہوتا۔

عمران نے محسوس کیا کہ پولیس والے نہ تو اس کے بیان کی تردید کر رہے ہیں نہ اس سے جرح کر رہے ہیں اور نہ اسے بولنے سے روکتے ہی ہیں۔ بس وہ سن رہے تھے اس کی باتیں۔ بالکل اسی انداز میں جیسے وہ اس کے مقابلے میں بالکل حقیر ہوں۔ بعد میں عمران کو معلوم ہوا کہ اس علاقے کے لوگ اس کا بیحد احترام کرتے ہیں اور اس سے خائف بھی ہیں۔

مزید چھان بین کرنے پر عمران کو معلوم ہوا کہ وہ بہت مشہور آدمی ہے۔ سرکاری حلقوں میں وہ تیاگی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور منجھے ہوئے سیاست دانوں میں اس کا شمار تھا۔ لیکن اب اسے سیاست سے دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ بلکہ سماج سدھار کے سلسلے میں اکثر اس کا تذکرہ اخبارات میں آتا رہتا تھا۔

جب تک دوسروں نے عمران کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی چڑھائی پر گیا تھا۔ بوڑھے نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ مگر جب اس کا نام آ ہی گیا تو اس نے پولیس والوں کو بتایا کہ جب وہ عمران کو چڑھائی پر جانے سے روک رہا تھا تو اس نے دو چیخیں سنی تھیں۔ چوکی کے ہیڈ کانسٹیبل نے عمران کا بیان بھی لیا۔ عمران نے اپنا نام میک فلکنس لکھوایا تھا۔

مقتول شکاری کے ان ساتھیوں نے جو پچھلی رات اس کے حمایتی بن گئے تھے بتایا کہ وہ اسے زیادہ دنوں سے نہیں جانتے تھے۔ ان کی ملاقات جھرگ نار ہی میں ہوئی تھی اور اس کے گہرے دوست بن گئے تھے۔

ظاہر ہے ان کے اس بیان پر عمران کی رگ تجسس پھڑکنے لگی ہوگی اور وہ اس فکر میں پڑ گیا ہوگا کہ کسی طرح ان چاروں آدمیوں کے بھی بازو دیکھے جائیں۔

شام سے پہلے پولیس والوں سے چھٹکارا نہ مل سکا۔

اور پھر جب عمران خیمے میں واپس گیا تو روشی نے بتایا کہ توپ نما ٹرانسمیٹر سے کئی بار سیٹی کی آواز آچکی ہے۔

‘‘انہیں شبہ ہوگیا ہے روشی’’۔ عمران نے کہا۔ ‘‘اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ شکاری کیوں مارا جاتا اور شاید وہ اسی تصویر کی وجہ سے مارا گیا ہے جس کے دیکھنے کے لئے بلیک زیرو نے اس کی قمیص پھاڑی تھی’’۔

‘‘وہ بوڑھا کون تھا’’۔ روشی نے پوچھا۔

عمران نے اسے بوڑھے کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ ‘‘وہ عجیب وغریب شخصیت کا مالک ہے۔ میں اس سے پہلے صرف اس کا نام سنتا رہا ہوں’’۔

‘‘میں نے بھی سنا ہے کہ وہ اکثر شکاریوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور انہیں شکار کے لئے نہیں جانے دیتا... لیکن وہ شکاری کیوں مار ڈالا گیا’’۔

‘‘کسی دن تم بھی اسی طرح مار ڈالی جاؤ گی’’۔ عمران اداس ہو کر بولا۔ ‘‘وہ لوگ جو مجھے بُرا بھلا کہتے ہیں اسی طرح مار ڈالے جاتے ہیں’’۔

دفعتاً ایک گوشے میں رکھی ہوئی باسکٹ سے سیٹی کی آواز آئی اور وہ اسی طرف جھپٹا۔

ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے کہا۔ ‘‘تھرٹی تھری گن تھرٹی تھری پلیز اوور’’۔

پھر اس نے توپ کا دہانہ کان سے لگایا۔ ‘‘آواز آئی’’۔ گن تھرٹی تھری تم کیسے ہو...اُوور...’’

‘‘میں نہیں جانتا کہ کتنی دیر کی بے ہوشی کے بعد اٹھا ہوں...اُوور’’۔

‘‘کیا تم سمجھتے ہو کہ تم وہاں زیادہ دنوں تک نہیں ٹھہر سکو گے اُوور’’۔

‘‘میں یہیں مر جانا پسند کروں گا۔ اُوور...’’

‘‘شاباش ...تمہارے جسم میں اچھا خون ہے اور اچھی روح ہے ایک خاص ہدایت سنو اور اسے اپنے حلقے کے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرو۔ پہچان کے لئے صرف پاسورڈز کافی ہیں۔ بازو کے نشانات مشتبہ ہوگئے ہیں۔ اُوور...’’

‘‘ہدایت کا اعلان کردیا جائے گا...اُوور...’’۔

‘‘اُوور اینڈ آل’’۔ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ گفتگو ختم ہوگیا۔

عمران نے فوراً ہی اپنا ٹرانسمیٹر نکالا اور جولیا کو مخاطب کیا۔

‘‘لیس سر’’۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

‘‘صفدر اب کیسا ہے’’۔

‘‘ٹھیک ہے جناب...اب وہ پھر کہتا ہے کہ میں کام کرنے کے قابل ہوں اس لئے بے کار نہیں بیٹھنا چاہتا’’۔

‘‘اچھا تو اسے عمران کے پاس بھیج دو’’۔

‘‘بہت بہتر۔ لیکن عمران یہاں کیا کر رہا ہے’’۔

‘‘جو کچھ بھی کر رہا ہے بہتر کر رہا ہے۔ مجھے علم ہے کہ تمہیں پچھلی رات ناچنا بہت ناگوار گزرا تھا۔ لیکن وہ بہت

ضروری تھا’’۔

‘‘کیا ہمیں اس کا مقصد نہیں معلوم ہوسکے گا’’۔

‘‘ابھی نہیں’’۔

عمران نے ٹرانسمیٹر بند کردیا۔ روشی اسے تشویش کن نظروں سے دیکھتی رہی۔

‘‘ہاں’’۔ ٹرانسمیٹر کو صندوق میں رکھ کر اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ‘‘وہ شکاری محض اس لئے مار ڈالا گیا کہ پچھلی رات کے ہنگامے میں اس کی آستین پھاڑ ڈالی گئی تھی اور اس کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھ لی گئی تھی اس تنظیم کے کسی آدمی کو شبہ ہوگیا ہے کہ کوئی توپ کے نشانات کے متعلق چھان بین کر رہا ہے’’۔

‘‘اوہ’’۔ روشی کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ ‘‘کیا اسے اس بوڑھے آدمی نے نہیں روکا تھا’’۔

‘‘ہوسکتا ہے کہ وہ بوڑھے کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی چڑھائی پر پہنچ گیا ہو’’۔

‘‘خاموش رہو شاید صفدر آرہا ہے’’۔

‘‘کیا میں اندر آسکتا ہوں’’۔ باہر سے آواز آئی۔

‘‘ضرور...ضرور...’’ عمران بولا اور روشی کو اشارہ کیا کہ وہ باہر چلی جائے۔

صفدر پردہ اٹھا کر اندر آیا اور روشی باہر چلی گئی۔

‘‘بیٹھئے مسٹر صفدر’’۔ عمران نے بید کی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ ‘‘اب آپ اچھے ہیں میرا خیال ہے کہ اب میں آپ کی بعض خواہشات پوری کرسکوں گا ایکس ٹو کا خیال ہے کہ آپ اس کی پارٹی میں سب سے زیادہ کارآمد آدمی ہیں’’۔

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ بیحد سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

‘‘سب سے پہلے تو آپ یہ بتایئے کہ آپ نے اس آدمی کی لاش کا کیا کیا تھا’’۔

‘‘میں نے اسے ایک چھوٹے سے غار میں دفن کردیا تھا’’۔

‘‘گڈ، ہاں تو اب سنیے وہ ننھی سی توپ دراصل ایک مخصوص قسم کا ٹرانسمیٹر ہے’’۔

‘‘اوہ...’’

عمران اسے اس کے متعلق بتانے لگا اور اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اس ٹرانسمیٹر کو کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔

‘‘اب میں چاہتا ہوں کہ آپ پھر وہیں واپس جائیں’’۔ اس نے کہا۔ ‘‘آپ کو گن تھرٹی تھری کا رول ادا کرنا ہے جو پیغامات آپ کو اس ننھے سے ٹرانسمیٹر پر موصول ہوں انہیں مجھ تک پہنچا دیجئے۔ میرے ٹرانسمیٹر کا نمبر تھری سکس ہے اور آپ اپنے نمبر مجھے نوٹ کرا دیجئے’’۔

‘‘تھری تھری’’ صفدر بولا۔

‘‘ٹھیک آپ کو ایک بیمار آدمی کا رول ادا کرنا ہے مسٹر صفدر... یعنی اس وقت آپ کا بیمار ہونا لازمی ہے۔ جب آپ اس توپ نما ٹرانسمیٹر پر کسی سے گفتگو کرنے لگیں! کچھ کھانسیے... کراہیے... آواز بھرائی ہوئی سی ہونی چاہیے تاکہ شناخت نہ

کی جاسکے‘‘۔

’’میں سب سمجھ رہا ہوں‘‘۔ صفدر سر ہلا کر بولا۔

’’آپ کو خوف تو معلوم نہیں ہوتا‘‘۔

’’ہرگز نہیں۔ کیا آپ میری توہین کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں‘‘۔ صفدر کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔

’’بس مسٹر صفدر... جب آپ کو واپس بلانا مقصود ہوگا تو آپ کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی جائے گی... اور وہاں جب بھی آپ کسی قسم کا خطرہ محسوس کریں مجھے فوراً اطلاع دیں۔ آپ کی مدد کی جائے گی اس کا ذمہ ایکس ٹو نے لیا ہے‘‘۔

تھوڑی دیر بعد صفدر چلا گیا اور عمران نے اپنا ٹرانسمیٹر نکالا توپ نما ٹرانسمیٹر وہ صفدر کے حوالے کر چکا تھا۔ اپنے ٹرانسمیٹر پر اس نے کیپٹن خاور کو متوجہ کیا۔

’’یس سر‘‘۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

’’صفدر کہیں جانے کا ارادہ رکھتا ہے اس پر نظر رکھو‘‘۔

’’کیا اسے روک دوں جناب‘‘۔

’’نہیں۔ اس کا تعاقب کرو مگر اس طرح کہ اسے علم نہ ہونے پائے تم اپنی ضروریات کا مختصر سامان بھی ساتھ لے لینا۔ ممکن ہے صفدر کا سفر طویل ہو جائے‘‘۔

’’بہت بہتر جناب‘‘۔

’’جہاں بھی وہ قیام کرے اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر تم بھی اپنے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کر لینا‘‘۔

’’بہت بہتر جناب ایسا ہی ہوگا‘‘۔

’’بس‘‘۔ عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ روشی اس کے قریب ہی کھڑی سن رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ’’آخر اس سے کیا فائدہ صفدر پر یہ بات کیوں نہ ظاہر ہو کہ وہاں اس کا کوئی مددگار بھی موجود ہے‘‘۔

عمران مسکرایا۔ مسکراتا ہی رہا اور پھر بولا۔ ’’تم جانتی ہو کہ ایکس ٹو عمران ہے۔ اس لئے ناممکن ہے کہ عمران سے حماقتیں سرزد نہ ہوں‘‘۔

’’مگر آج کل تو تم بیحد سنجیدہ نظر آرہے ہو‘‘۔

’’فکر نہ کرو۔ یہ بھی ایک طرح کی حماقت ہی ہے۔ تمہیں نہیں معلوم کہ میں اس طرح اپنی صحت تباہ کر رہا ہوں... اگر میں ایک دن سنجیدہ رہتا ہوں تو دوسرے دن میرا وزن کم از کم تین پونڈ ضرور گھٹ جاتا ہے‘‘۔

’’مجھے خاور اور صفدر والی حماقت کا مقصد بتاؤ‘‘۔

’’کیوں نہ میں تمہیں اپنی اور تمہاری حماقت کا مقصد بتاؤں‘‘۔

’’چلو یہی بتادو‘‘۔ روشی مسکرائی۔

’’میری اور تمہاری حماقت کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری شکل دیکھ دیکھ کر بور ہوتا رہوں‘‘۔

’’تم جاؤ جہنم میں۔ میں ابھی اسی وقت یہاں سے واپس جاؤں گی‘‘۔ روشی جھلا گئی۔

’’اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں تمہاری شکل یاد کر کے بور ہوتا رہوں گا‘‘۔

’’خود بڑے حسین ہیں‘‘۔ روشی بُرا سا منہ بنا کر جلے بھنے لہجے میں بولی۔

’’کاش میں نے اپنے حسن سے فائدہ اٹھایا ہوتا‘‘۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ’’یقین مانو اگر مجھے اس کا موقع ملا ہوتا تو اس وقت ڈیڑھ درجن باپوں کا بچہ ہوتا... ارر... ہپ یعنی... بچوں کا باپ ہوتا‘‘۔

’’بکواس مت کرو۔ تم خود کو نہ جانے کیا سمجھنے لگے ہو‘‘۔ روشی نے کہا اور خیمے سے نکل گئی۔ اس نے یہاں کئی دوست بنا لئے تھے۔

عمران بھی اٹھا اور الگنی سے کوٹ اتار کر پہننے لگا۔

9

جولیا اپنے خیمے میں تنہا تھی۔ عمران نے پردہ ہٹایا اور اس سے اجازت طلب کئے بغیر اندر داخل ہوگیا۔ جولیا اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس کا ارادہ تھا کہ اب عمران سے ملاقات ہونے پر اس کی اچھی طرح خبر لے گی۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کی شکل دیکھتے ہی سارا غصہ کافور ہوگیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ عمران سے کئی باتیں اگلوانے کے چکر میں رہی ہو۔ اسی لیے بدمزاجی کا مظاہرہ کرنا مناسب نہ سمجھا ہو۔

’’کل کے بعد اب دکھائی دیئے ہو‘‘۔ اس نے مسکرا کر شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

عمران اس طرح پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگا جیسے جولیا نے یہ بات کسی دوسرے سے کہی ہو۔ پھر متحیرانہ انداز میں بولا۔

’’مجھے تو کوئی بھی نظر نہیں آیا‘‘۔

’’کون؟ کیا کہہ رہے ہو‘‘۔

’’تم نے یہ بات کس سے کہی تھی‘‘۔

’’تم سے‘‘۔

’’مجھ سے‘‘۔ عمران اپنے سینے پر داہنے ہاتھ کا انگوٹھا مارتا ہوا بولا۔

اگر تم نے یہ بات مجھ سے کہی ہے تو...‘‘۔

’’تم ہمیشہ فضول باتیں چھیڑ دیتے ہو اور کام کی باتیں رہ جاتیں ہیں‘‘۔

’’اچھا تو آج نہ رہ جائیں کام کی باتیں‘‘۔ عمران سر ہلا کر بولا اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

’’سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے پچھلی رات کیوں پریشان کیا تھا‘‘۔

’’میں نے تمہیں پریشان کیا تھا یا تم نے مجھے پریشان کیا تھا‘‘۔

’’میں نے کیا پریشان کیا تھا‘‘۔

’’تم بہت اچھا ناچ رہی تھیں۔ لیکن چوہان بالکل کسی گدھے کی طرح اکارڈین بجا رہا تھا‘‘۔

’’یہ ناچ کیوں ہوا تھا؟‘‘

’’دیکھنے کے لئے مس فٹزواٹر کیا تم نے نہیں دیکھا کہ لوگ کتنے محظوظ ہو رہے تھے‘‘۔

’’تمہیں کیا حق تھا کہ مجھے اس طرح ذلیل کرو‘‘۔ جولیا کو غصہ آ گیا۔

’’تم کتنا اچھا ناچتی ہو‘‘۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

’’اگر ایکس ٹو کا خیال نہ ہوتا تو تمہیں دیکھتی‘‘۔

’’ہائیں، تو کیا ابھی تک تم نے میری طرف سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں‘‘۔

’’تم نے تنویر کو کیوں مارا تھا۔ اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ کیا ایکسٹو تمہیں اس کے لئے معاف کر دے گا‘‘۔

’’نہ معاف کرے گا تو اسے بھی ماروں گا‘‘۔

’’تنویر تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا‘‘۔

’’تو پہلے ہی کب اس نے مجھے زندہ چھوڑا ہے‘‘۔

’’تم نہیں بتاؤ گے‘‘۔

’’کیا‘‘۔

’’یہاں ہم لوگوں کی آمد کا مقصد‘‘۔

’’میں تو چاند میں شہد لگا کر چاٹنے آیا ہوں‘‘۔

’’کیا مطلب‘‘۔

’’ہنی مون، عمران نے کہا اور شرما کر سر جھکا لیا۔ اس کے کانوں کی لوئیں تک سرخ ہو گئیں۔ بالکل ایسا معلوم ہوا جیسے وہ یک بیک جنس تبدیل کر کے کوئی کنواری لڑکی بن گیا ہو۔

’’کیا مطلب‘‘۔

’’ہنی مون کا مطلب پوچھتی ہو‘‘۔ عمران اسی انداز میں سر جھکائے ہوئے بڑبڑایا۔

’’اوہ۔ تو تم نے شادی کر لی ہے روشی سے‘‘۔

’’کیا؟‘‘ عمران یک بیک اچھل پڑا۔ وہ جولیا کو غصیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ’’میں نہیں جانتا تھا کہ تم میرے دوستوں کی دشمن ہو‘‘۔

’’کیا بات ہوئی‘‘۔

’’بات یہ ہوئی کہ جس لڑکی سے میری شادی ہونے والی ہو اس کے لئے یہی بہتر ہو گا کہ اسے کسی چھوٹے سے صندوق میں بند کر کے اس کا دم گھٹ جانے کا انتظار کیا جائے ...پھر اگر تم میرے کسی دوست کے لئے یہ سوچو تو میں کیا سمجھوں گا‘‘۔

’’تم سے خدا ہی سمجھے گا‘‘۔ جولیا دانت پیس کر بولی۔ ’’تم مجھے بور کرنے کیوں چلے آتے ہو‘‘۔

’’میں تو تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ تم واقعی بہت اچھا ناچتی ہو۔ میں کسی موقع پر تمہیں رات بھر نچاؤں گا‘‘۔

’’میں تمہیں گولی مار دوں گی‘‘۔

’’تم جانتی ہو کہ گولیوں سے بچنے کا آرٹ مجھے آتا ہے‘‘۔

’’جاؤ خدا کے لئے مجھے بور نہ کرو۔ اگر تم اسی طرح ایکس ٹو کے لئے کام کرتے رہے تو میں جلد استعفیٰ دے دوں گی‘‘۔

’’پھر کیا میں تم سے ملنا چھوڑ دوں گا۔ تم جانتی ہو جب تم سے نہیں ملتا تو میری کیا حالت ہوتی ہے‘‘۔

’’کیا حالت ہوتی ہے؟‘‘ جولیا نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا یک بیک اس کے چہرے سے جھلاہٹ کے آثار غائب ہو گئے تھے۔

’’میں بیحد خوش رہتا ہوں‘‘۔ عمران بے حد خوش ہو کر بولا۔

’’اور جولیا کے چہرے پر پہلے تو خفت کی زردی نظر آئی اور پھر وہ بہت زیادہ جھلا گئی۔

’’بس اب جاؤ... یہاں سے... نکلو...‘‘۔

’’ایکس ٹو کی خواہش ہے کہ تم مجھے کبھی کبھی خود کو بور کرنے کی اجازت دے دیا کرو‘‘۔

’’ختم کرو‘‘۔ جولیا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ’’جنگل میں جو لاش ملی تھی اس کے پاس تم موجود تھے کیا قصہ ہے‘‘۔

’’قصہ! بہت دیر بعد تمہیں یاد آیا۔ یہ حال ہے کارکردگی کا‘‘۔ یک بیک عمران کا موڈ بالکل بدل گیا۔

’’کارکردگی، جہنم میں گئی کارکردگی۔ ہمیں علم کس بات کا ہوتا ہے ہم کیا جانیں کہ کب کیا ہوتا ہے اور کسی واقعے کا ہماری ذات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے‘‘۔

’’اب میں تم سے کہتا ہوں کہ مرنے والے کے ساتھیوں کا پتہ لگاؤ ان کی تعداد اس کیمپ میں کتنی ہے؟‘‘

’’میں کیسے پتہ لگاؤں گی؟‘‘

’’جیسے باتیں بناتی ہو۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تم لوگ یہاں شکار کھیلنے کے لئے بھیجے گئے تھے‘‘۔

’’یقیناً جب تک ہمیں حالات کا علم نہ ہو ہم یہی سمجھیں گے‘‘۔

’’اتنا ہی علم کافی ہے کہ میں تمہیں یہ کام سونپ رہا ہوں کہ تم مرنے والے کے ساتھیوں کا پتہ لگاؤ‘‘۔

جولیا کچھ نہ بولی۔ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ’’بس میں یہ کہنے آیا تھا مجھے کل نو بجے تک رپورٹ چاہیے‘‘۔

’’مگر ان لوگوں کو تم جانتے ہی ہو گے جن کے ساتھ وہ رہتا تھا ان پانچ آدمیوں نے اپنا بیان پولیس کو دیا ہے‘‘۔

’’یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف وہی پانچ ہوں‘‘۔ عمران نے کہا اور خیمے سے نکل آیا۔

☆☆

شام کو بوڑھا آدمی پھر کیمپ میں نظر آیا۔ مگر اس کی حالت مجنونوں کی سی تھی وہ چاروں طرف چیختا پھر رہا تھا۔ کبھی تو اس کی آواز اتنی بے ہنگم ہو جاتی تھی کہ زبان سے ادا ہونے والے الفاظ صاف نہیں سمجھے جا سکتے تھے ...اور کبھی سب کچھ صاف سنا جا سکتا تھا۔

آخر کار وہ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے گرد بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی اور وہ بُری طرح ہانپ

رہا تھا۔

اچانک وہ داہنا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ’’تم سب جانوروں کا خون بہا کر خوش ہوتے ہو۔ مگر میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ ایک دن تمہارا بھی خون اسی طرح بہے گا۔ تم جانوروں کی طرح ذبح کر ڈالے جاؤ گے۔ میں ایک بہت بڑے خطرے کی بو سونگھ رہا ہوں۔ فضا میں بارود کے دھوئیں کی مہک میں ابھی سے محسوس کر رہا ہوں حالانکہ خطرہ ابھی کچھ دور ہے‘‘۔

’’کیا یہ تیسری جنگ کی پیش گوئی ہے بابا‘‘۔ کسی نے پوچھا۔

’’نہیں یہ اس جنگ کی خبر ہے جب بیٹا باپ کو مارے گا... باپ بیٹے کی ٹانگیں چیر کر پھینک دے گا۔ بھائی بھائی کا گلا گھونٹے گا... اور سنو گے؟‘‘

’’یہ کون سی جنگ ہوگی بابا‘‘۔ پھر کسی نے پوچھا۔

’’یہ جنگ نہیں ہوگی۔ خدا کا قہر ہوگا۔ یہ بھی کوئی جنگ ہوئی کہ ایک جسم سے تعلق رکھنے والے دو ہاتھ ایک دوسرے کو نوچ کر رکھ دیں۔ کیا یہ خدا کا قہر نہیں ہوگا۔ اگر تم اپنا سارا جسم اپنے ہی دانتوں سے لہولہان کر ڈالو‘‘۔

دفعتاً مجمع سے ایک چیخ بلند ہوئی اور لوگ اچھل اچھل کر منتشر ہونے لگے لیکن بات صرف اتنی سی تھی کہ ایک احمق نے اپنے ہی دانتوں سے اپنی کلائی لہولہان کر لی تھی اور اب اس طرح منہ بنائے کھڑا تھا جیسے اس کی حماقت کا کوئی جواب ہی نہ ہو جو لوگ اسے پہچانتے تھے بیساختہ ہنس پڑے۔

ٹھیک اسی وقت ایک یوریشین عورت چیختی ہوئی مجمع میں داخل ہوئی اور زخمی آدمی کی کلائی پکڑ کر اور زیادہ چیخنے لگی... وہ بوڑھے کو بُرا بھلا کہہ رہی تھی۔

’’تمہارے جسم میں کوئی خبیث روح ہے، بوڑھے تم نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ تم قاتل ہو، تم لوگوں کو مجبور کرتے ہو کہ وہ خود ہی اپنی گردنیں کاٹ ڈالیں‘‘۔

بوڑھا چند لمحے حیرت سے منہ پھاڑے اسے گھورتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ’’تم سچ کہتی ہو میری بچی میں انتہائی گنہگار آدمی ہوں کہ میرے جسم میں کسی خبیث روح کا شبہ ہونے لگے۔ میں بہت گنہگار ہوں، میری بچی... ہاں میں نے قانون کے محافظوں سے کہا تھا کہ میں ہی اس بدنصیب کا قاتل ہوں۔ لیکن انہوں نے مجھے گرفتار نہیں کیا‘‘۔

’’خاموش اے واہیات عورت‘‘۔ اس احمق آدمی نے کہا۔ جس نے اپنی کلائی زخمی کر لی تھی۔ ’’اگر تو نے بابا کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ اپنی زبان سے نکالا تو میں اس وقت... کیا کروں گا؟‘‘

وہ اس طرح خاموش ہو کر سوچنے لگا جیسے سچ مچ اسے یاد نہ آ رہا ہو کہ اسے اس وقت کیا کرنا تھا۔

’’کیا تم دونوں‘‘۔ بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ’’شوہر اور بیوی ہو‘‘۔

’’ہاں‘‘۔ احمق شکاری سر ہلا کر بولا۔ ’’یہ میری شوہر اور میں اس کا بیوی ہوں‘‘۔

دوسرے لوگ ہنس پڑے اور عورت دانت پیسنے لگی۔

وہ احمق آدمی کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتی ہوئی بولی۔ ’’چلو یہاں سے... ہٹو... تمہارا دماغ بالکل خراب ہو گیا ہے‘‘۔

بوڑھا انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ دوسرے شکاری بے تحاشہ ہنس رہے تھے۔ اس بھیڑ میں جولیا بھی تھی۔ لیفٹننٹ صدیقی، چوہان اور سارجنٹ نعمانی بھی تھے۔ ان کے منہ حیرت سے کھلے ہوئے تھے۔ عمران اور روشی کی یہ مشترکہ حماقت کسی کی بھی سمجھ میں نہ آ سکی۔ کچھ دیر بعد بوڑھے نے کہا ’’ہٹ جاؤ، میرے بچو... مجھے راستہ دو... لیکن میرے پیچھے کوئی بھی نہ آئے‘‘۔

لوگ ہٹ گئے۔ بوڑھا آگے بڑھا۔ وہ اسی طرف جا رہا تھا۔ جدھر عمران اور روشی کا رخ تھا۔ بعض لوگوں نے بوڑھے کے پیچھے جانا چاہا مگر دوسروں نے روک دیا۔

روشی اور عمران خیمے میں داخل ہو چکے تھے۔ بوڑھے نے باہر سے بلند آواز میں کہا۔ ’’میری بچی تم مجھے خبیث کہہ سکتی ہو... لیکن میرے بچے کی توہین نہیں کر سکتیں‘‘۔

’’ارے جاؤ... اپنا راستہ دیکھو‘‘۔ اندر سے روشی کی آواز آئی۔ ’’میں ان کا قیمہ کر کے ڈال دوں گی... دیکھتی ہوں میرا کوئی کیا بگاڑ لیتا ہے‘‘۔

’’میں تمہارا آملیٹ بنا کر کھا جاؤں گا۔ تم قیمہ کر کے دیکھو تو‘‘۔ عمران کی خوفزدہ سی آواز آئی۔ ’’میرے پیارے بابا... اندر آ جاؤ... ورنہ یہ عورت مجھے قتل پر مجبور کر دے گی‘‘۔

’’تمہارے شوہر کی اجازت سے میں اندر آ رہا ہوں میری بچی!‘‘ بوڑھے نے کہا اور خیمے میں داخل ہو گیا۔ عمران ایک کرسی پر پڑا ہانپ رہا تھا اور روشی اس انداز میں کھڑی ہوئی تھی جیسے اس سے پہلے بھی دو چار طمانچے جھاڑ چکی ہو۔

’’تم کون ہوتے ہو دوسروں کے معاملات میں دخل انداز ہونے والے‘‘۔ روشی بوڑھے پر پلٹ پڑی۔

’’تم دوسرے نہیں اپنے ہی ہو تم دونوں میرے بچے ہو مجھے تم دونوں سے ہمدردی اور محبت ہے اور اگر تم ایسا نہیں سمجھتیں میری بچی... تو مجھ پر پتھر چلاؤ اتنے پتھر مارو کہ میں یہیں ہلاک ہو جاؤں‘‘۔

’’ذرا مار کر تو دیکھے... میں اس کا آملیٹ...‘‘۔

’’نہیں میرے بچے‘‘۔ بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ’’تم مت بولو‘‘۔

’’نہیں اسے بھی بولنے دو اور تم بھی بولو...‘‘ روشی آنکھیں نکال کر بولی۔

’’میں تم سے صرف یہ کہنے آیا ہوں میری بچی کہ تم میں مشرق کا بھی خون ہے اس لئے اپنے اجداد کی روحوں کو شرمندہ نہ کرو تمہارا تعلق اس مشرق سے ہے جہاں عورتیں اپنے شوہروں کو پوجتی ہیں‘‘۔

’’تم سیدھے بیٹھ جاؤ، میں تمہاری پوجا کروں گی‘‘۔ روشی عمران کو گھونسہ دکھا کر بولی۔

’’بابا میں اپنی پوجا کرانا نہیں چاہتا‘‘۔ عمران رو دینے والی آواز میں بولا۔

’’تم اور بابا دونوں جہنم میں جاؤ‘‘۔ روشی نے چیخ کر کہا اور خیمے سے باہر چلی گئی۔

عمران بیٹھا منہ بسورتا رہا اور بوڑھا سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ اس کا سر سینے پر جھکا ہوا تھا۔ چوڑے چکلے بازوؤں کی مچھلیاں کچھ اور ابھر آئی تھیں۔

’’بابا‘‘ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ’’ابھی تم باہر کیا کہہ رہے تھے۔ جسے سن کر میرا دماغ قابو میں نہ رہا اور میں نے‘‘۔

عمران نے اسے اپنی زخمی کلائی دکھاتے ہوئے اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

’’میں تمہارے سینے میں ایک دردمند دل دیکھتا ہوں بچے... میں جو کچھ بھی کہہ رہا تھا غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ ایک بہت بڑا فتنہ سر اٹھانے والا ہے۔ میں بہت کچھ دیکھ رہا ہوں۔ لیکن لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔ کبھی ملک میں بہت بڑے بڑے سیاست دان میری باتیں بہت غور سے سنتے تھے لیکن آج وہ مجھے اس قابل نہیں سمجھتے کہ مجھ سے گفتگو بھی کریں میں اگر کسی کو یقین بھی دلانا چاہتا ہوں کہ ملک کی فضا مکدر ہونے والی ہے تو وہ مجھے قہقہوں میں اڑا دیں گے۔ لیکن میری آنکھیں نہ جانے کیا کیا دیکھ رہی ہیں‘‘۔

’’کیا دیکھ رہی ہیں بابا۔ مجھے بھی بتاؤ‘‘!

’’بتانے سے فائدہ‘‘۔ بوڑھا ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ’’تم بھی میری طرح اپنا سر پیٹتے پھرو گے اور کوئی تمہاری باتوں پر یقین نہیں کرے گا‘‘۔

’’ہوسکتا ہے میں سر پیٹنے کے بجائے ٹھوس کام کرسکوں، چیونٹی کو بھی حقیر نہ سمجھنا چاہئے بابا‘‘۔

’’بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ تم کبھی احمق معلوم ہوتے ہو اور کبھی عقلمند‘‘۔

بوڑھا اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ’’اچھا یہ بتاؤ تمہیں اس مرنے والے کی آخری چیخ یاد ہے‘‘۔

’’ہاں شاید یاد ہے‘‘۔

’’اس نے کیا کہا تھا‘‘۔

’’شاید ملائی کا شربت کہا تھا‘‘۔

’’نہیں رائی کا پربت کہا تھا‘‘۔

’’ہوسکتا ہے یہی کہا ہو‘‘۔ عمران سر ہلا کر کہا۔ ’’مجھے شربت ہی یاد ہے میرے دادا جب مرنے لگے تھے تو انہوں نے سنگترے کا شربت مانگا تھا۔ اسی لئے میں نے کہا شاید اس نے بھی کسی قسم کا شربت ہی مانگا ہو۔ ملائی کا شربت‘‘۔

عمران خاموش ہوکر منہ چلانے لگا۔ جیسے سچ مچ ملائی کے شربت کی لذت محسوس کر رہا ہو۔

بوڑھا چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ’’بھلا تم کیا کرسکو گے۔ تمہارا حافظہ بھی درست نہیں ہے‘‘۔

’’میں شربت کو پربت تسلیم کرلوں تو میرا حافظہ درست ہے۔ ورنہ نہیں ہے‘‘۔ عمران نے بُرا مان کر کہا۔

’’لیکن کیا آپ بتائیں گے مرتے وقت پربت چبانے کی خواہش ہوتی ہے یا شربت پینے کی‘‘۔

’’اس نے رائی کا پربت کہا تھا‘‘۔

’’رائی...‘‘ عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا اور پھر ہنس پڑا ’’واہ رائی کا پربت... بھلا کیا بات ہوئی۔ ہوسکتا ہے اس نے رائی کی وہسکی مانگی ہو‘‘۔

’’اس نے رائی کا پربت کہا تھا‘‘۔ بوڑھے نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ پھر مضطربانہ انداز میں خیمے کے دروازے تک گیا اور باہر جھانک کر پھر واپس آگیا۔

’’میں نے سوچا ممکن ہے کہ کوئی ہماری باتیں سن رہا ہوں‘‘۔ اس نے کہا۔ چند لمحے معنی خیز انداز میں عمران کو گھورتا رہا۔ پھر بولا۔ ’’میرے بچے تم خود کو بیوقوف ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ میری روح جو دوسری روحوں کو اچھی طرح پہچانتی ہے یہی کہہ رہی ہے کہ تم بہت ذہین ہو اور تمہارے اعصاب فولاد کا جواب ہیں‘‘۔

’’ہوسکتا ہے‘‘۔ عمران نے لاپروائی سے کہا۔

’’اور میری روح اچھی طرح جانتی ہے کہ تم اس سلسلے میں میری مدد کرو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح یہ خطرہ ٹل جائے‘‘۔

’’میں مدد کروں گا، مگر خطرے سے بھی تو آگاہ کرو‘‘۔

’’چڑھائی پر‘‘۔ وہ آہستہ سے بولا۔ ’’میں نے ایک جگہ اسلحہ کا ڈھیر دیکھا ہے اور وہ سب کا سب ساخت کے اعتبار سے غیر ملکی ہے... میں عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کبھی غار بالکل خالی پڑا رہتا ہے اور کبھی وہاں رائفلوں، مختلف قسم کی گنوں اور بموں کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔ میں نے اکثر راتوں کو چھپ کر ان پراسرار آدمیوں کو دیکھا ہے، جو اس غار کو کبھی ان چیزوں سے بھر دیتے ہیں اور کبھی خالی کردیتے ہیں‘‘۔

’’آپ نے پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی‘‘۔

’’میں نے کئی بار کوشش کی ہے لیکن وہ مجھے پاگل سمجھتے ہیں ان میں اتنی ہمت کہاں ہے کہ میرے ساتھ چڑھائی پر جاسکیں‘‘۔

’’کیوں‘‘۔

’’ان کا خیال ہے کہ بُری روحیں میرے قبضے میں ہیں اور میں ان لوگوں کو چڑھائی پر لے جاکر ان کی بھینٹ چڑھادوں گا‘‘۔

’’کیا یہ میں نہیں سوچ سکتا‘‘۔

’’نہیں میری روح تمہارے اندر جھانک رہی ہے۔ وہاں اسے ضعیف الاعتقادی کی ہلکی سی جھلک بھی نظر نہیں آئی‘‘۔

’’چلو... میں چلا جاؤں گا تمہارے ساتھ‘‘۔

’’تنہا...؟‘‘ بوڑھے نے پوچھا۔

’’نہیں‘‘۔ عمران آہستہ سے رازدارانہ لہجے میں بولا۔ ’’اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے چلوں گا اور اسے وہیں کہیں مار کر ڈال دیں گے۔ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی‘‘۔

’’بیکار باتیں نہ کرو۔ تم اپنے دوستوں کو بھی لے چلو۔ ہوسکتا ہے وہاں کوئی خطرناک صورت بھی پیدا ہوجائے۔ مثلاً ان لوگوں سے مڈبھیڑ ہوجائے، جو وہاں اسلحہ لے آتے ہیں‘‘۔

“اچھی بات ہے میں اپنے دوستوں کو بھی لے چلوں گا”۔

“لیکن ایسے ہی آدمیوں کو جن پر تمہیں پورا اعتماد ہو”۔

“تم اس کی فکر نہ کرو”۔ عمران نے کہا۔

روانگی رات پر ٹھہری۔ بوڑھے نے کہا تھا کہ اس کام کے لئے رات ہی مناسب ہوگی۔

10

صفدر غار سے باہر نکلا۔ چاروں طرف چاندنی بکھری ہوئی تھی اور ہوا بڑی خوشگوار تھی۔ اس نے دو تین گہری گہری سانسیں لیں اور ایک پتھر پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے لگا... غار کے اندر وہ گھٹن سی محسوس کرتا تھا لیکن دن کو وہ غار سے باہر نہیں نکلا تھا۔ ابھی تو کھانے پینے کا مسئلہ بھی آسان ہی تھا کیونکہ وہ اپنے ساتھ مچھلی اور گوشت کے بند ڈبے ساتھ لایا تھا پچھلی بار اس نے یہاں ایک ماہ گزارا تھا۔ اس لئے اچھی طرح جانتا تھا کہ ان ڈبوں کے ختم ہو جانے پر بھی کھانے کا مسئلہ کچھ ایسا زیادہ مشکل نہ ہوگا۔ کیونکہ نالے کے جنوب والے جنگل میں ایسے پرندے بکثرت ملتے ہیں جن کا گوشت لذیذ بھی ہوتا ہے اور زود ہضم بھی۔

لیکن وہ توپ نما ٹرانسمیٹر اس کے لئے وبال جان ہو گیا۔ وہ بعض اوقات سوچنے لگتا کہ کہیں اس کی زبان سے کوئی غلط بات نہ نکل جائے آج ہی وہ تین بار گفتگو کرتے وقت ہچکچایا تھا اور اسے یقین نہیں تھا کہ اس نے دوسری طرف سے بولنے والے کے سوالات کے صحیح جوابات دیئے تھے۔

چاندنی بڑی خوشگوار تھی لیکن صفدر کا ذہن اس سے بے پرواہ اپنی موجودہ مہم کے متعلق سوچ رہا تھا۔ پتہ نہیں اس کا اختتام کہاں اور کس طرح ہو۔ اسے پورے حالات سے آگاہی بھی نہیں تھی۔

دفعتاً وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس نے کسی قسم کی آواز سنی تھی۔ لیکن قبل اس کے وہ سنبھلتا اسے اپنے چاروں طرف چار رائفلیں نظر آئیں۔ ظاہر ہے کہ وہ رائفلیں آسمان سے نہیں ٹپکی تھیں۔ بلکہ وہ چار آدمی ہی تھے جنہوں نے ان کا رخ اس کی طرف کر رکھا تھا۔

“پربت” وہ چاروں بیک وقت بولے۔

“گن تھرٹی تھری”۔ صفدر نے بیساختہ کہا۔ لیکن اس کے جواب میں اس نے چار قہقہے سنے اور لفظ پربت پھر دہرایا گیا۔ صفدر نے پھر وہی گن تھرٹی تھری کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں چار رائفلیں اس کے جسم سے آلگیں۔

“تم کون ہو”۔ ایک نے گرج... کر پوچھا۔

“گن تھرٹی تھری”۔

“یہ کیا بلا ہے”۔

لیکن صفدر نے اس سوال کا جواب نہیں دیا اس کے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھ گئے تھے۔ اسے اتنا موقع بھی تو نہیں ملا تھا کہ وہ جیب سے اپنا ریوالور ہی نکال لیتا۔

“اسے غار کے اندر لے چلو”۔ ایک نے کہا۔

صفدر کے جسم پر رائفل کی نالوں کا دباؤ بڑھ گیا۔ اسے غار کی طرف دھکیلا جا رہا تھا۔ وہ ایک بے جگر آدمی تھا۔ مگر اس وقت ہاتھ پیر ہلانے کا یہی مطلب ہوتا کہ اس کا جسم چھلنی ہو جائے۔ وہ چپ چاپ غار میں چلا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کاش مرنے سے پہلے وہ ایکسٹو کو اس نئی افتاد کی اطلاع دے سکتا۔ ورنہ ہو سکتا تھا کہ دھوکہ میں رہ کر اس کا کام بگڑ جاتا۔

صفدر کو زمین پر گرا دیا گیا۔ ایک رائفل کی نال اس کے سینے پر رکھ دی گئی اور دو آدمیوں نے اس کی جامہ تلاشی لی۔ اس کی جیب سے ایک ریوالور اور توپ نما ٹرانسمیٹر برآمد ہوئے۔

“تھرٹی تھری کہاں ہے”۔ ایک نے پوچھا۔

“میں تھرٹی تھری ہوں”۔ صفدر بھی اسی انداز میں غرایا۔ “اب یہ مذاق ختم کرو ورنہ نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے”۔

“پربت”۔ اسی آدمی نہ کہا۔

صفدر کچھ نہ بولا اور وہ لوگ پھر ہنسنے لگے۔ لیکن ایک آدمی جو دوسروں سے خونخوار معلوم ہوتا تھا، غرایا “تمہیں کس نے بھیجا ہے”۔

“جس نے تم جیسے احمقوں کو ایسی خدمات سپرد کی ہیں جنہیں تم انجام نہ دے سکو”۔ صفدر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

“اسے مار ڈالنا چاہئے”۔ ایک آدمی نے مشورہ دیا۔ “اس سے کچھ اگلوا لینا بہت مشکل کام ہوگا۔ وقت نہ برباد کرو۔ ہو سکتا ہے یہ تنہا نہ ہو”۔

“یارو کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا ہے”۔ صفدر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

“تم ہمیں بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ اب اسی پر تمہاری زندگی اور موت کا انحصار ہے کہ ہمیں سب کچھ بتا دو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے”۔

“تم نشے میں معلوم ہوتے ہو”۔ صفدر پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔ “پاگل ہو گئے ہو جاؤ یہاں سے نکلو... یہاں سے... تم دشمن ہو... غدار ہو... حکومت سے مل گئے ہو”۔

دفعتاً پشت سے آواز آئی۔ “تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ اگر کسی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہیں ڈھیر ہوگا”۔

وہ سب سناٹے میں آگئے اور صفدر نے آہستہ سے اپنے سینے پر رکھی ہوئی رائفل کی نال ایک طرف ہٹا دی۔

“کیا تم نے نہیں سنا۔ اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ، رائفلیں زمین پر ڈال دو”۔ پھر کہا گیا۔

ان پر ٹارچ کی روشنی پڑ رہی تھی۔ اس بار صفدر نے بولنے والے کی آواز صاف پہچان لی۔ یہ کیپٹن خاور کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

صفدر نے اپنے قریب کھڑے ہوئے آدمی کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے

تھے۔ صفدر نے بڑی پھرتی سے ان کی جامہ تلاشی لی اور ان کی جیبوں سے مختلف قسم کی چیزیں نکال کر ایک طرف ڈھیر کر دیں۔ ایک کی جیب سے ویسا ہی توپ نما ٹرانسمیٹر بھی برآمد ہوا جیسا صفدر کے پاس تھا۔

کیپٹن خاور نے اپنی پشت پر بندھے ہوئے تھیلے سے ریشم کی ڈور کا لچھا نکالا اور پھر وہ ایک ایک کر کے انہیں باندھنے ہی جا رہا تھا کہ غار کے دہانے کے قریب سے قدموں کی آوازیں آئیں۔

یہاں ایک موٹی شمع تھی جس کی روشنی اتنے بڑے غار کے لئے ناکافی تھی آوازیں قریب آ رہی تھیں۔ صفدر جھپٹ کر غار کے دہانے کی طرف آیا۔ لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ آنے والے کئی تھے اور شاید انہوں نے سچویشن کو بھی سمجھ لیا تھا۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحہ میں ان میں سے ایک نے خاور پر فائر جھونک دیا۔ مگر خاور محفوظ رہا کیونکہ اس نے انہیں دیکھتے ہی پوزیشن لینے کی کوشش کی تھی ادھر صفدر نے دو فائر کئے دو چیخیں غار میں گونجیں اور پھر وہ بھی اچھل کر اسی پتھر کے پیچھے پہنچ گیا جس کے پیچھے خاور نے پوزیشن لی تھی۔

خاور کی گولی موٹی شمع پر پڑی اور غار میں اندھیرا ہو گیا اور اس اندھیرے میں فائروں کی آوازیں گونجتی رہیں۔

’’خاور نکل چلو یہاں سے‘‘۔ صفدر آہستہ سے بولا۔

’’دہانے کی طرف جانا خطرے سے خالی نہیں ہوگا‘‘۔ خاور نے کہا۔

’’دوسرا راستہ‘‘۔

’’تو ٹھیک ہے‘‘۔

’’میرا کوٹ پکڑ لو‘‘...اور چپ چاپ میرے پیچھے چلے آؤ‘‘۔ صفدر نے کہا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ ٹٹولتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا اور خاور اس کے کوٹ کا دامن پکڑے ہوئے تھا۔

تھوڑی دیر بعد انہیں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا نصیب ہوا۔ باہر پہلے ہی کی طرح چاندنی بکھری ہوئی تھی لیکن جیسے ہی انہوں نے دہانے سے سر ابھارا کئی گولیاں سنسناتی ہوئی ان پر سے گزر گئیں۔

’’نکلو‘‘۔ خاور جلدی سے بولا۔ ’’ورنہ چوہوں کی طرح مار لئے جائیں گے‘‘۔ خاور سب سے پہلے اوپر آیا۔ مگر وہ چٹان سے چپکا ہوا تھا۔ پھر صفدر نے بھی اس کی تقلید کی۔

کچھ دیر پہلے کی چاندنی اب صفدر کو بیحد گراں گزر رہی تھی کیونکہ اب یہی چاندنی ان کی موت کا سبب بھی بن سکتی تھی۔

چٹان پر لیٹ جانے کی وجہ سے وہ ایک دوسری چٹان کی اوٹ میں ہو گئے تھے ویسے اب انہیں فائروں کے ساتھ ہی ساتھ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ دفعتہً خاور چٹان کا سرا تھام کر دوسری طرف لٹک گیا۔ صفدر نے نیچے دیکھا نچلی چٹان پر کود جانا مشکل کام نہیں تھا اس طرح وہ کم از کم وقتی طور پر تو محفوظ ہی ہو سکتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے خاور نیچے کود گیا! پھر صفدر نے بھی دیر نہیں لگائی۔

بائیں جانب ڈھلان تھی اور وہ راستہ کچھ ایسا تھا کہ وہ اس پر دوڑ بھی سکتے تھے۔

خاور نیچے اترتا چلا گیا۔ فائروں کی آوازیں وہ اب بھی سن رہے تھے۔ لیکن وہ سب کچھ دہشت زدہ کرنے کے لئے تھا۔ اگر انہوں نے ان دونوں کو دیکھ لیا ہوتا تو ایک آدھ گولی ادھر بھی آتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ راستہ طے کرتے رہے۔ جو انہیں نامعلوم گہرائی کی طرف لے جا رہا تھا۔ اکثر انہیں یقین ہو جاتا کہ اب وہ کسی سطح زمین پر کچھ دیر ٹھہر سکیں گے۔ لیکن جب وہ اس مسطح جگہ کے قریب پہنچتے تو وہ محض نظر کا دھوکہ ثابت ہوتی اور انہیں اپنا سفر جاری رکھنا پڑتا۔ فائروں کی آوازیں گو اب بھی آ رہی تھیں۔ لیکن ان کا فاصلہ یہاں سے بہت زیادہ معلوم ہوتا تھا۔

کچھ دیر بعد انہوں نے پانی بہنے کی آواز سنی۔

’’اوہ...‘‘ صفدر نے کہا۔ ’’ہم تو نالے کے قریب آ نکلے۔ اوپر یہ ایک چٹان کی دراڑ میں غائب ہو جاتا ہے اور شاید اس نالے کا سلسلہ جھرگ نار تک پھیلا ہوا ہے‘‘۔

خاور کچھ نہ بولا۔ پھر نالے کے قریب ہی انہیں بیٹھنے کی جگہ میسر ہو سکی۔ یہیں سے جنوب کی طرف نالے کے کنارے کنارے دور تک مسطح زمین کا سلسلہ پھیلا چلا گیا تھا۔

وہ کچھ دیر کے لئے وہاں رکے اور پھر جنوب کی طرف چل پڑے۔

11

بوڑھا سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے عمران چل رہا تھا۔ پھر چوہان، صدیقی اور نعمانی تھے۔ لیکن ان سب کے پیچھے ایک اور آدمی تھا۔ جس کی موجودگی کا علم عمران کے سوا اور کسی کو نہیں تھا۔ یہ چھٹا آدمی بلیک زیرو تھا۔ جو عمران کی ہدایت کے مطابق بقیہ لوگوں کی لاعلمی میں ان کے پیچھے چل رہا تھا۔

روشی اور جولیا اپنے اپنے خیموں میں رہ گئی تھیں اور تنویر مکمل طور پر آرام کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد عمران بوڑھے کے برابر چلنے لگا۔ جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا اور زمین...شاخوں سے چھن کر آنے والی چاندنی کی وجہ سے چتکبری ہو رہی تھی۔

عمران نے جیب سے سگریٹ کیس نکالا۔

’’تم سگریٹ پیو گے بابا‘‘۔ اس نے بوڑھے سے پوچھا۔

’’ہاں...لاؤ...اگر سگریٹ پینا ہے تو یہیں پی لو۔ آگے بہت احتیاط سے چلنا ہوگا‘‘۔

عمران نے سگریٹ کیس اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے ایک سگریٹ لے کر ہونٹوں میں دبایا۔ لیکن پھر گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ عمران کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پستول چمک رہا تھا۔ اس نے اس کا ٹریگر دبایا اور اس کے سوراخ سے آگ کی زبان نکل پڑی۔

’’اوہ لاحول ولاقوۃ...‘‘ بوڑھا ہنسنے لگا۔ ’’یہ سگریٹ کا لائٹر ہے تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا‘‘۔

اس نے سگریٹ پستول کی نال سے نکلتی ہوئی آگ سے سلگایا اور وہ پھر چلنے لگے۔

عمران نے اپنے تینوں ماتحتوں کو بھی سگریٹ پیش کئے تھے اور انہیں اس پر حیرت ہوئی تھی کیونکہ انہوں نے عمران کو کبھی سگریٹ پیتے نہیں دیکھا تھا۔

وہ اوپر چڑھتے رہے۔ کبھی کبھی کوئی اُلّو چیخ اٹھتا اور اس کے ساتھ ہی دور سے مختلف قسم کی آوازیں آتیں۔

کچھ دیر بعد بوڑھا بولا۔ ”بس اب احتیاط کی ضرورت ہے سگریٹ وغیرہ بجھا دو اور جھک کر چلو تو زیادہ بہتر ہے۔ ہم بائیں جانب مڑیں گے آگے جھک کر نہ چلے تو نیچے سے دیکھ لئے جانے کا امکان ہے۔ یہاں سے کیمپ صاف دکھائی دے گا“۔

”مجھے تو نہیں دکھائی دیتا“۔ عمران آنکھیں پھاڑتا ہوا بولا۔

”ابھی نہیں۔ جب ہم ادھر مڑ کر کچھ دور چلیں گے تو یقینی طور پر دکھائی دے گا“۔

”اوہ تو کیا تمہارا خیال ہے کہ اس کیمپ میں بھی ان لوگوں کے آدمی موجود ہوں گے“۔

”کیوں؟“ بوڑھا غصیلی آواز میں بولا۔ ”میں شام کو اتنی دیر تک جھک نہیں مارتا رہا تھا۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آئی... میرا خیال ہے... کہ وہ آدمی جو آج قتل کیا گیا ہے انہیں لوگوں میں سے تھا جو غیر ملکی اسلحہ کی نقل و حرکت کے ذمہ دار ہیں“۔

”آخر کس بنا پر“۔

”اس بنا پر کہ اس نے رائی کا پربت کہا تھا“۔

”وہ ٹماٹر چٹنی بھی کہہ سکتا تھا... کیونکہ مر رہا تھا... پھر... خیر... وہ رائی کا پربت ہی سہی لیکن اس کا مطلب کیا ہوا“۔

”اس کا مطلب! میں نہیں جانتا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ مگر یہ محاورہ صرف انہیں لوگوں میں رائج ہے جب ایک آدمی اپنے گروہ کے کسی دوسرے آدمی سے ملتا ہے تو ”پربت“ کہتا ہے اور دوسرا شاید جواب میں ”رائی کا پربت“ کہتا ہے“۔

”تم نے کہاں سنا تھا“۔ عمران نے پوچھا۔

”میں ایک بار اسی غار کے قریب چھپا ہوا تھا کہ کچھ لوگ بڑے بڑے صندوق اٹھائے وہاں آئے۔ غار سے ایک آدمی نکلا اور اس نے انہیں للکارا... یہ للکار پربت پربت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی جواب میں اس آدمی نے ”رائی کا پربت“ کہا تھا، جو آنے والوں کے آگے چل رہا تھا۔

”اوہ... تو یہ پربت اور رائی کا پربت پاسورڈز ہی ہو سکتے ہیں“۔ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”بہت اچھے“۔ بوڑھا خاموش ہو کر بولا۔ ”میں نے غلط تو نہیں کہا تھا کہ تم جو کچھ نظر آتے ہو حقیقتاً وہ نہیں ہو“۔

”ٹھہرو مگر تم اس وقت کیا کرو گے... فرض کرو... ہم نے انہیں دیکھ بھی لیا تو...“۔

”میں تمہیں دکھا کر سبکدوش ہو جاؤں گا۔ پھر تمہارا جو دل چاہے کرنا میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ اس معاملے میں کبھی میرا نام بھی لیا جائے۔ ان سیاست دانوں اور بڑے آدمیوں کا دل نہ توڑنا جو مجھے اب کسی قابل نہیں سمجھتے۔ انہیں یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ اس بہت بڑے خطرے کی بو میں نے سونگھی تھی۔ مجھے ان کی نظروں میں سڑی اور خبطی ہی رہنے دینا۔ میں نے کبھی نام نہیں چاہا مجھے ہمیشہ کام کی دھن رہی ہے... چلو اب وقت برباد نہ کرو ہو سکتا ہے کہ یہ میری زندگی کی آخری دوڑ ہو اور آخری دوڑ کے لئے اب تک زندہ رکھا گیا ہوں... چلو... اب دیر نہ کرو...“۔

بوڑھا آگے بڑھ گیا وہ لوگ اس کے پیچھے چلتے رہے۔ کچھ دور چلنے کے بعد انہوں نے بوڑھے کو جھکتا دیکھا اور ان سبھوں نے اس کی تقلید کی۔

کافی دور تک انہیں اسی طرح جھک کر چلنا پڑا۔ ان کے دونوں جانب اونچی اونچی جھاڑیاں تھیں۔ ایک جگہ بوڑھے نے ٹھہر کر رکنے کا اشارہ کیا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ لوگ بھی بیٹھ گئے۔ بوڑھا گھٹنوں کے بل چلتا ہوا عمران کے قریب آیا اور آہستہ سے بولا۔ ”ہم اس غار سے قریب ہیں اپنی رائفلیں تیار رکھو۔ ہو سکتا ہے.... بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ خون کی ندیاں بھی بہہ سکتی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بالکل سناٹا ہو، لیکن تمہیں ہر خطرے کے لئے تیار رہنا چاہئے“۔

”ہم ہر طرح سے تیار ہیں۔ اگر اس کی نوبت آئی تو تم دیکھ لوگے۔ میں دنیا میں اپنی بیوی کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا“۔

بوڑھا کچھ نہ بولا۔ وہ پھر چل پڑے۔ کچھ دور تک تو وہ اسی طرح جھکے ہوئے چلتے رہے پھر بوڑھے کو سیدھا کھڑے ہوتے دیکھ کر انہوں نے بھی اپنی پوزیشن میں تبدیلی کر لی۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسی جگہ کھڑے تھے جہاں چاروں طرف قد آدم جھاڑیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے درمیان میں تھوڑی سی جگہ خاص طور پر صاف کی گئی ہو۔

”بالکل تیار رہو“۔ بوڑھے نے آہستہ سے کہا۔ ”اپنی رائفلیں شانوں سے اتار لو“۔

سب سے پہلے عمران نے اپنی رائفل ہاتھ میں لی اور پھر اس کے ساتھیوں نے بھی یہی کیا۔

”آؤ“۔ بوڑھا ایک طرف جھاڑیوں میں گھس پڑا۔ وہ بڑی پھرتی سے جھاڑیاں ہٹاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ جھاڑیاں کانٹوں دار نہیں تھیں اس لئے وہ نہایت آسانی سے چلتے رہے۔ لیکن جھاڑیوں کی سرسراہٹ سے فضا گونج رہی تھی۔

”کافی شور ہو رہا ہے“۔ عمران آہستہ سے بولا۔

”پرواہ نہ کرو، اگر ان میں سے کوئی اس طرف موجود ہوگا تو یہ سرسراہٹ سن کر وہ ”پربت“ ہی کہے گا اور ہمارے پاس اس کا جواب موجود ہے“۔ بوڑھے نے اطمینان دلایا۔

وہ بڑھتے رہے لیکن ”پربت“ یا ”رائی کا پربت“ کی نوبت نہیں آئی۔

بوڑھا پھر ایک جگہ رک گیا۔ یہ حقیقتاً کسی غار کا دہانہ تھا۔ لیکن اس کے آس پاس کانٹوں دار جھاڑیاں تھیں اور اس کی ظاہری حالت سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس سے لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہو۔

بوڑھا بے خطر اندر گھس پڑا۔ اس نے عمران سے کہا تھا کہ وہ ٹارچ روشن کر لے۔

کچھ دور چلنے پر عمران نے محسوس کیا کہ وہ تو ایک اچھی خاصی سرنگ تھی بوڑھے کا قد ان سبھوں سے نکلا ہوا تھا۔

اس لئے اسے قدرے جھک کر چلنا پڑ رہا تھا۔ دوسرے لوگ بھی اگر پنجوں کے بل کھڑے ہونے کی کوشش کرتے تو ان کے سر یقینی طور پر پتھروں سے ٹکراتے۔ بناوٹ کے اعتبار سے یہ سرنگ قدرتی ہی معلوم ہوتی تھی۔

ایک جگہ انہیں سرخ روشنی کا دائرہ سا نظر آیا۔ شاید یہ اس سرنگ کا اختتام ہو۔ بوڑھے نے رک کر دوسری طرف جھانکا اور پھر پلٹ آیا۔

’’بہت آہستگی سے آؤ‘‘۔ اس نے عمران سے کہا۔ ’’دو آدمی وہاں سو رہے ہیں‘‘۔

پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ دو تین قدم چلنے کے بعد عمران بھی اس کے برابر ہی تھا۔

یہ جگہ بہت کشادہ تھی اور یہاں تین بہت بڑی مشعلوں کی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ درمیان میں لاتعداد رائفلوں کا ایک ڈھیر نظر آ رہا تھا اور اس کے قریب ہی دو آدمی پڑے سو رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس ڈھیر کے پاس جا پہنچے۔

لیکن اچانک... عمران کے ساتھیوں کے اوسان خطا ہو گئے کیونکہ انہوں نے خود کو دس بارہ آدمیوں کے نرغے میں دیکھا۔ جن کی رائفلیں ان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور یہ لوگ ان بڑے پتھروں کی اوٹ سے نکلے تھے، جو رائفلوں کے ڈھیر کے چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔

’’اپنی رائفلیں زمین پر ڈال دو‘‘۔ ایک آدمی نے گونجیلی آواز میں کہا۔

سب سے پہلے عمران کی رائفل زمین پر گری اور پھر اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

’’اب کیا ہوگا بابا‘‘۔ عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

لیکن بابا کے ہونٹوں پر ایک بڑی زہریلی سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ وہ فلمی شہنشاہوں کی شان سے چلتا ہوا رائفلوں کے ڈھیر پر آ بیٹھا۔

’’میرے بچے‘‘۔ اس نے اپنا داہنا ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ’’بابا اب تمہیں یہی مشورہ دے گا کہ اپنی کہانی سنا ڈالو‘‘۔

پھر اس نے ان دونوں آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا جو چند لمحات پہلے وہیں پڑے سو رہے تھے۔ ’’ان کے ریوالور بھی لے لو‘‘۔

یہ کام بھی آناً فاناً ہو گیا۔ عمران کا پستول نما سگریٹ لائٹر بھی لے لیا گیا۔

’’کیا میں سگریٹ پیش کروں بابا‘‘۔ عمران نے سگریٹ کیس کھولتے ہوئے کہا۔ ’’میں آپ کا مشکور ہوں گا۔ اگر آپ میرا لائٹر مجھے واپس دلوا دیں۔ ریوالور تو انہوں نے لے ہی لیا۔ انہیں میری طرف سے اپنے اسلحہ فنڈ میں جمع کر لیجیے۔ تاکہ میں خدا کو منہ دکھانے کے قابل رہ سکوں؟‘‘

’’میں تمہاری صلاحیتوں کا معترف ہوں بچے تم لومڑی کی طرح چالاک اور شیر کی طرح نڈر ہو۔ اس کا سگار لائٹر واپس کر دیا جائے‘‘۔

لائٹر عمران کو واپس مل گیا۔ اس نے ایک سگریٹ خود پی اور اپنے ساتھیوں کی طرف بھی سگریٹ کیس بڑھایا لیکن

سبھوں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس وقت وہ عمران پر بُری طرح تاؤ کھا رہے تھے۔

عمران نے اپنا سگریٹ سلگا کر لائٹر جیب میں ڈال لیا اور اب وہ نہایت اطمینان سے دھوئیں کے بادل منتشر کرتا ہوا بوڑھے کو نیم باز آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

دفعتہً ایک آدمی نے سرنگ سے اس غار میں آ کر کہا۔ ’’ایک آدمی اور بھی تھا جس نے یہاں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہم اسے نہ پکڑ سکے وہ نکل گیا!‘‘

’’پرواہ مت کرو‘‘۔ بوڑھے کی آواز گونجی۔ ’’سرنگ کے دہانے پر دو مشین گنیں رکھ دو اور جو کوئی بھی اندر آنے کی کوشش کرے اسے بے دریغ بھونتے چلے جاؤ‘‘۔

پھر عمران کی طرف دیکھ کر غرایا۔ ’’کیا تمہارا کوئی اور بھی آدمی تمہارے پیچھے آ رہا تھا‘‘۔

’’نہیں تو‘‘۔ عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ ’’ہم تو چار ہی آئے تھے‘‘۔

اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔ ’’اے! تم لوگ گھبرانا مت یہ سب بھوت ہیں۔ میں انہیں چٹکی بجاتے ہوا کر دوں گا۔ مجھے بھی بڑے بڑے منتر یاد ہیں۔ میں نے سنا تھا یہ بوڑھا لوگوں کو جنگل میں لے جا کر اپنی تابع بدروحوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ لہٰذا میں نے کہا اسے اُلّو بنانا چاہئے اور اب میں اس وقت اسے اُلّو بنا رہا ہوں‘‘۔

’’تم مجھے اُلّو بنا سکتے ہو بیٹا‘‘۔ بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔ ’’تمہارا یہ ساتھی پچھلی رات اکارڈین بجا رہا تھا اور وہ عورت ناچ رہی تھی تمہارے کسی آدمی نے اس شکاری کی آستین پھاڑ دی۔ محض یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کے بازو پر توپ کی تصویر ہے یا نہیں۔ میں تمہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ تم بہت خطرناک آدمی علی عمران... محکمہ سراغ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل، مسٹر رحمان کے لڑکے، جس کی شہرت میں نے بہت سنی ہے۔ تم اس وقت سے توپ کی تصویروں کے پیچھے ہو جب دارالحکومت میں ایک ٹرک الٹ گیا تھا جس سے رائفلیں برآمد ہوئی تھیں اور حادثے میں کام آنے والے ڈرائیور کے بازو پر توپ کی تصویر ملی تھی۔ تم اس تنظیم کے سرغنہ کے چکر میں تھے۔ سنو! ننھے بچے میں ہوں اس تنظیم کا سرغنہ... میں وہ انقلاب لاؤں گا کہ موجودہ سیاست دانوں کے دانت کھٹے ہو جائیں گے۔ میں ان کتوں کو دکھا دوں گا کہ میں کیا ہوں۔ جنہوں نے مجھے ایک خالی ڈبہ سمجھ کر کباڑ خانے میں پھینک دیا تھا۔

’’مگر میں...‘‘ عمران اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ’’وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بیئر کا بیرل سمجھ کر سر پر اٹھائے پھروں گا‘‘۔

’’تم اب یہیں دفن ہو جاؤ گے‘‘۔ بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔ ’’مگر نہیں میں تمہاری لاشیں یہاں چھوڑ کر بھاگتا ہوا پولیس چوکی تک جاؤں گا اور انہیں اطلاع دوں گا کہ میں نے چڑھائی پر چار لاشیں اور دیکھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں اکثر چڑھائی پر بھی راتیں گزارتا ہوں اور یہ تو تم دیکھ ہی چکے ہو کہ وہ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔ عیار قسم کے سیاست دانوں اور لیڈروں نے ضرور مجھے عضو معطل بنا دیا ہے لیکن عام آدمی کی نظر میں میری کتنی وقعت ہے۔ تم دیکھ ہی چکے ہو‘‘۔

دفعتہً پھر ایک آدمی بھاگتا ہوا اندر آیا اور اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ’’دو آدمی مر گئے‘‘۔

’’کیا...کون...دو آدمی؟‘‘ بوڑھا چونک کر بولا۔

’’وہ جو مشین گنوں پر بیٹھے تھے‘‘۔

’’کیسے مر گئے‘‘۔

’’پتہ نہیں وہ آدمی کہاں چھپا بیٹھا ہے۔ غالباً وہ سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے فائر کر رہا ہے۔ فائر کی آواز نہیں سنائی دیتی‘‘۔

’’تم سب احمق ہو گئے ہو...اسے تلاش کرو‘‘۔ بوڑھا دہاڑا۔

اور چار آدمی وہاں سے چلے گئے۔ اب صرف آٹھ رہ گئے تھے اور ان کی رائفلیں عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

’’تو تم اس لئے یہاں انقلاب لانا چاہتے ہو کہ یہاں کے لیڈروں نے تمہیں نظر انداز کر دیا ہے‘‘۔

عمران نے بوڑھے سے پوچھا۔

’’ہاں...میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ایک خالی ڈبہ کیا کر سکتا ہے‘‘۔

’’اور اس انقلاب کے لئے تم ایک بیرونی طاقت سے مدد لے رہے ہو‘‘۔

’’یقیناً مجھے فخر ہے کہ میں اس بڑی طاقت کو بھی الّو بنانے میں کامیاب ہو گیا ہوں...خالی ڈبہ...ہاہا...موجودہ وزیر اعظم نے ایک بار مجھے خالی ڈبہ کہا تھا‘‘۔

’’اس لئے تم ملک میں ایک غیر ملکی نوعیت کا انقلاب لانا چاہتے ہو‘‘۔

’’تم کیا کہنا چاہتے ہو‘‘۔ بوڑھے نے مسکرا کر پوچھا۔

’’میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم کتے ہو۔ بلکہ کتا بھی تم سے برتر ہے کیونکہ وہ اس گھر کا بدخواہ نہیں ہوتا جس میں رہتا ہے۔ چاہے اس گھر کا کوئی فرد اس پر دن رات پتھر ہی کیوں نہ برساتا رہتا ہو‘‘۔

’’خاموش رہو‘‘۔ بوڑھا غرایا۔ ’’ورنہ میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا‘‘۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ آہستہ آہستہ بوڑھے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

’’ٹھہرو‘‘۔ ایک آدمی نے گرج کر کہا۔

’’نہیں آنے دو میں دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتا ہے‘‘۔ بوڑھے نے ہنس کر کہا۔

عمران اس کے قریب جا کر رک گیا اور جیب سے سگریٹ کیس نکال کر ایک سگریٹ خود لیا اور سگریٹ کیس بوڑھے کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

’’ایک سگریٹ اور لو بابا یہ میرا آخری دوستانہ تحفہ ہوگا۔ اس کے بعد تو تم میری لاش نیچے لے جاؤ گے‘‘۔

’’نہیں یہ ضروری بھی نہیں کہ میں تمہیں مار ہی ڈالوں مگر وہ آدمی کون ہے جس نے میرے دو آدمیوں کو مار ڈالا ہے‘‘۔ بوڑھے نے ہاتھ کے اشارے سے سگریٹ لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

’’یقین کرو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے‘‘۔ عمران نے کہا اور لائٹر سے سگریٹ سلگانے لگا۔

پھر بوڑھا اس کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ عمران بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اس کے پیچھے پہنچ کر اس کی پشت سے ریوالور نما لائٹر لگاتا ہوا بولا۔ ’’اپنے آدمیوں سے کہو کہ رائفلیں پھینک دیں ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا یقین نہ ہو تو یہ دیکھو‘‘۔

بس ایک پل کے لئے لائٹر بوڑھے کی پشت سے ہٹا اور اس کا ایک آدمی منہ کے بل نیچے گر پڑا۔ جس کی چیخ سے پورا غار جھنجھنا اٹھا۔ لائٹر سے نکلی ہوئی گولی اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔ فائر کی آواز بھی سنی گئی تھی۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ بوڑھا اس سے لائٹر نہ چھین سکا۔ اب وہ پھر اس کی پشت سے جا لگا تھا۔

’’میں اس بوڑھے کو بھی اسی طرح مار ڈالوں گا‘‘۔ عمران نے اس کے آدمیوں کو للکارا۔ ’’ورنہ تم لوگ اپنی رائفلیں پھینک کر اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو۔ اے بوڑھے تم بھی ان سے کہو کہ یہ رائفلیں پھینک دیں۔ ورنہ میں سچ مچ تمہیں مار ڈالوں گا۔ رائفلوں کے اس ڈھیر کے قریب تمہاری لاش خود ہی سب کچھ کہہ دے گی اور میں پولیس کو رپورٹ دینے سے بھی بچ جاؤں گا‘‘۔

’’تم لوگ رائفلیں پھینک کر اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو‘‘۔ بوڑھے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

’’انہوں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور اپنے ہاتھ اٹھا دئے۔ دفعتہً لیفٹننٹ چوہان نے کہا۔ ’’عمران زندہ باد‘‘۔

ٹھیک اسی وقت ایک آدمی بھاگتا ہوا اندر آیا اور پھر ایک دلدوز چیخ کے ساتھ سرنگ کے دہانے کے قریب ہی ڈھیر ہو گیا۔ اس کی پشت سے خون کا فوارہ جاری تھا۔

سرنگ سے آواز آئی۔ ’’وہاں میری مدد کی ضرورت تو نہیں ہے‘‘۔

’’نہیں‘‘۔ عمران نے جواب دیا۔ ’’یہاں سب ٹھیک ہے۔ مگر باہر خیال رکھنا ضروری ہے‘‘۔

عمران کے ساتھیوں نے محسوس کیا کہ وہ ایکس ٹو ہی کی آواز تھی اور عمران نے دل ہی دل میں تعریف کی تھی کہ بلیک زیرو اس وقت بھی ایکس ٹو کی آواز کی نقل اتارنے میں کامیاب رہا تھا۔

’’چوہان تم ان کی رائفلیں اٹھا کر ایک طرف ڈال دو‘‘۔ عمران بولا۔ ’’اور یہ بھی دیکھو کہ ان کے پاس ریوالور تو نہیں ہیں‘‘۔

’’میں ملک کی نجات کا باعث بننے والا تھا۔ تم یہ تو سوچو‘‘۔ بوڑھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

’’میں بھی بڑی دیر سے یہی سوچ رہا ہوں کہ اب ملک کی نجات ہو جائے گی‘‘۔ عمران نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

دفعتہً بوڑھا منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی ایسی دولتی جھاڑی کہ عمران سنبھلنے سے پہلے ہی اچھل کر رائفلوں کے ڈھیر پر جا پڑا۔ ادھر بوڑھے کے ساتھی چوہان، صدیقی اور نعمانی پر ٹوٹ پڑے۔ ان تینوں کو اپنے ریوالور سنبھالنے کی مہلت نہ مل سکی۔ لیکن وہ تینوں بھی بہترین قسم کے مکا باز تھے۔

ادھر عمران اور بوڑھے میں رائفلیں چل رہی تھیں یعنی رائفلیں لاٹھی کی طرح استعمال ہو رہی تھیں۔ بوڑھا عمران سے قد میں اونچا تھا اس لئے بار بار اس کی کوشش ہوتی تھی کسی طرح ایک ہی ضرب میں عمران کا سر پاش پاش کر دے۔ لیکن عمران نے اس کا موقع نہیں دیا تھا یا تو وہ اس کا وار خالی دیتا یا رائفل ہی پر روک لیتا۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ وہ بوڑھے کی غیر معمولی قوت کا معترف ہو گیا تھا۔ جب بھی وہ اس کا وار رائفل پر روکتا اس کے ہاتھ جھنجھنا اٹھتے وہ جھنجھلا گیا تھا کیونکہ بوڑھا پھرتیلا بھی بہت تھا۔ ابھی تک عمران بھی اس کے جسم پر چوٹ مارنے میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ جھنجھلاہٹ کے عالم میں اس کے ہاتھ کچھ اور زیادہ تیزی سے چلنے لگے۔ ایک بار جو اس نے مونڈھا بنا کر پالٹ مارا تو بوڑھا بھی دھوکا کھا گیا۔ جیسے ہی عمران کی رائفل اس کی پنڈلی پر پڑی وہ کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا اور پھر دوبارہ اٹھنا تو ناممکن ہی تھا کیونکہ اب عمران اسے سنبھلنے کا موقع کہاں دے سکتا تھا۔

سر پر پڑنے والی دو ہی ضربوں نے اسے ساکت کر دیا تھا۔

دوسری طرف اس کے آٹھوں آدمی عمران کے ساتھیوں پر پلے پڑ رہے تھے۔ عمران وہی رائفل سنبھالتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑا اور ذرا ہی سی دیر میں صرف صدیقی، چوہان اور نعمانی کھڑے رہ گئے۔

وہ تینوں حیرت سے کبھی عمران کو دیکھتے اور کبھی... زخمیوں کو۔ ''یار واقعی تم... پتہ نہیں کیا ہو''۔ چوہان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

12

دوسری دوپہر جھرگ نار کے لئے ایک تاریخی دوپہر تھی۔ کیونکہ وہ اب شکاریوں کے کیمپ کی بجائے فوجیوں کا کیمپ بن گیا تھا اور عمران کی حیثیت اس فاتح کی سی تھی جس نے تنہا لنکا ڈھائی ہو۔ ایکس ٹو اور اس کے ساتھی پس منظر میں چلے گئے تھے۔ یہ صرف عمران اور اس کے نامعلوم ساتھیوں کا کارنامہ تھا۔ عمران نے بہ حیثیت ایکس ٹو ٹرانسمیٹر پر جولیا کو سمجھا دیا تھا کہ اگر اس موقع پر یہ کامیابی عمران ہی کے سر نہ منڈھی گئی تو ایکس ٹو اور اس کے ساتھی منظر عام پر آجائیں گے۔

یہاں جنگل میں وہ وسائل میسر نہیں تھے، جو ایکس ٹو کی پردہ پوشی کر سکتے۔

عمران نے فوج اور پولیس کے حکام کو بیان دیا کہ وہ عرصہ سے ان لوگوں کی فکر میں تھا اور تجسس کی وجہ وہی تصویر بنی تھی جو بعض مرنے والوں کے بازوؤں پر پائی گئی تھی۔ آخر کار وہ اس گروہ کے سرغنہ کو پانے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

بوڑھا بہت زیادہ زخمی ہو گیا تھا لہٰذا اسے فوجیوں کی نگرانی میں ہوائی اڈہ کے ہسپتال میں بھجوا دیا گیا تھا۔ مگر شام ہوتے ہوتے اس کی موت کی خبر آگئی۔

اسی شام کو جولیا اور دوسرے ماتحت عمران کے خیمے میں اکٹھا ہوئے صفدر اور خاور بھی وہاں اپنی کہانیوں سمیت پہنچ ہی گئے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کی حیثیت تھکے ہوئے گدھوں سے زیادہ نہ رہی ہو۔

عمران جولیا سے کہہ رہا تھا۔ ''تمہیں کیوں ناچنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ ایکس ٹو کا حکم تھا وہ دراصل ایک شکاری کی آستین پھاڑ کر اس کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھنا چاہتا تھا''۔

''لیکن آستین پھاڑی کس نے تھی''۔ جولیا نے پوچھا۔

''خود ایکس ٹو نے''۔

''نہیں''۔ جولیا کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اور کمال تو یہ ہے''۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ ''کہ میں اس کے قریب ہونے کے باوجود بھی اس کی شکل نہ دیکھ سکا۔ کتنا پھرتیلا ہے؟ کام کیا اور یہ جا وہ جا غائب... یہ تو اس شکاری کے ساتھیوں سے معلوم ہوا تھا کہ وہ کوئی داڑھی والا تھا۔ اب پتہ نہیں وہ سچ مچ داڑھی رکھتا ہے یا میک اپ میں تھا''۔

''کیا تمہیں یقین تھا کہ بوڑھا تمہیں دھوکا دے کر وہاں لے جا رہا ہے''۔ جولیا نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں، میں یہی سمجھتا تھا کہ وہ ایک اچھا راہبر ثابت ہوگا۔ لیکن ایکس ٹو مطمئن نہیں تھا۔ تم نے دیکھا کہ کس طرح اپنے لئے کام کرنے والوں کی حفاظت کرتا ہے''۔

''وہ عظیم ہے''۔ چوہان ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اور پھر اس کے بعد تم ہی ہو سکتے ہو۔ اگر تمہارے پاس وہ حیرت انگیز پستول نہ ہوتا تو اس وقت ہماری لاشیں چوکی میں پڑی ہوتیں''۔

''میں ایسے دو ایک شعبدے ہر وقت جیب میں ڈالے رکھتا ہوں''۔

''اچھا جولی۔ تنویر کو میری طرف سے بہت سا پیار پہنچانا اور کہہ دینا اگر وہ اتفاق سے بیمار نہ ہو گیا ہوتا تو یہ کام اتنی آسانی اور جلدی سے نہ نپٹتا۔ ٹاٹا... اب میں آرام کروں گا''۔

ان کے جانے کے بعد روشی نے پوچھا۔ ''اگر تم بوڑھے کے متعلق دھوکے ہی میں تھے تو تم نے اپنے پیچھے بلیک زیرو کو کیوں لگایا تھا''۔

''ہائیں! تم زندہ رہ گئی ہو۔ میرا بھیجا چاٹنے کے لئے''۔

''بتاؤ....'' روشی آنکھیں نکال کر بولی۔

''اچھا''۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''یقین کرو کہ میں دھوکہ کھا گیا تھا۔ پہلے تو مجھے اس بوڑھے پر شبہ ہوا تھا۔ مگر جب اس نے رائفلوں کے ڈھیروں، پربت اور رائی کے پربت کا تذکرہ چھیڑا تو میں یہی سمجھا کہ وہ ان لوگوں کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ لیکن اگر وہ ان میں سے ہوتا تو ان باتوں کا تذکرہ نہ کرتا۔ بلیک زیرو کو تو اس لئے پیچھے آنے کی ہدایت کی تھی کہ کہیں مقتول شکاری کے ساتھی ہمارا تعاقب نہ شروع کر دیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ اس کے نئے دوستوں میں سے نہیں تھے بلکہ اسی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے ورنہ اس طرح اچانک غائب کیوں ہو جاتے۔ صبح سے انہیں کیمپ میں کسی نے نہیں دیکھا''۔

''مگر تم بھوت۔ اس کے باوجود بھی ان لوگوں پر چھا گئے''۔ روشی اسے پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

”ارے باپ رے... ہپ“۔ عمران تھوک نگل کر بولا۔ ”یہ تم مجھے کیسے دیکھ رہی ہو آنٹی... اگر ڈیڈی نے دیکھ لیا تو ونوں کو گولی مار دیں گے“۔

”کمینے گدھے“۔ روشی نے جھلا کر درمیان میں رکھی ہوئی میز عمران پر دھکیل دی اور وہ میز سمیت زمین پر آیا۔

”اس سے تو یہی بہتر ہے...“ عمران اُٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بسور کر بولا۔

□□

ختم شد